مرجعیتِ علماء
تالیف
شیخ عبد المعید مدنی
(علی گڑھ)
ناشر
مکتبۃ السلام
انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

تالیف

شیخ عبدالمعید مدنی

(علی گڑھ)

ناشر

مکتبۃ السلام

انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

نام کتاب...مرجعیتِ علماء

تالیف..شیخ عبدالمعید مدنی (علی گڑھ)

صفحات...50

سن طباعت اوّل...ستمبر 2023ء

تعداد اشاعت...ایک ہزار

کمپوزنگ...ابو معاذ سلفیؔ

ناشر.......................................مکتبۃ السلام انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر

قیمت...60روپے

مکتبة السلام

انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا، ۲۷۲۲۰۵

Maktaba Al-Salam

Antari Bazar, Shohratgarh, Siddharth Nagar, (U.P.) India. 272205

Mob : 9628953010/6393225101 Email : maktabsalam2@gmail.com

حرفِ اوّل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ خير خلقه محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين، وبعد :

امتِ مسلمہ کا سب سے اہم اور قیمتی سرمایہ مصلحین اور ربانی علمائے کرام ہیں، جنھیں قرآن نے ''اولوا العلم'' اور ''اہلِ ذکر'' سے تعبیر کیا ہے اور حدیثِ نبوی میں وارثین انبیاء کہا گیا ہے۔ مستند و معتبر علمائے دین عوام کے لیے رہبر و رہنما اور مرجع ہوتے ہیں، صحیح دینی فکر اور درست شرعی رہنمائی انہی سے حاصل ہوتی ہے، روئے زمین پر یہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں، نصوصِ شرعیہ سے تعامل کا ملکہ، دین کی تفہیم، اس کی عملی تطبیق اور اس کو سلفِ صالحین کے طرز پر برتنے کا ہنر اُنھیں معلوم ہوتا ہے۔ بنابریں عوام کے لیے ضروری ہے کہ معتبر اہلِ علم و مصلحین سے ربط و تعلق رکھیں اور اپنے معاملات میں اُنہی سے رہنمائی حاصل کریں، کیوں کہ کوئی کتنا بھی متدین کیوں نہ ہو اگر اس کا اعتماد دین کے معاملے میں مصلحین و ثقات علماء پر نہیں ہے تو اس کی گمراہی طے ہے۔ امت مسلمہ کے زوال کا ایک اہم سبب یہی ہے کہ لوگوں نے مصلحین کے بجائے صالحین اور قصہ گو لوگوں پر اندھا دھند اعتماد کرنا شروع کر دیا اور وہی مرجعِ خلق ٹھہرے، جب کہ صالحین خود مصلحین کے محتاج ہوتے ہیں تو پھر وہ بھلا قوم کی کیا رہنمائی کریں گے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء و مصلحین کے بگڑنے اور اپنی ثقاہت و مرجعیت کو کھو دینے کی وجہ سے امت افتراق و انتشار اور فساد کا شکار ہو جاتی ہے اور بہروپیے مصلحین کا روپ دھار کر گمراہی کا بازار گرم کرنے لگتے ہیں اور ہمارے اس دور میں یہ چیز عام ہو چکی ہے۔ جنھیں علومِ کتاب و سنت کا گہرا درک نہیں ہے وہ بھی مصلح و داعی اور عالم بنے ہوئے ہیں، خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور عوام کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ اس طرح کی خارجیت کے بڑھتے ہوئے رجحان اور تحریکیت کے بدبودار جرثومے نے مرجعیتِ علماء کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے اور پوری امت کے شیرازے کو منتشر کر کے رکھ دیا ہے۔ عوام تو عوام اہلِ علم کا ایک بڑا طبقہ اسی مہلک بیماری کا شکار ہے۔ چناں چہ خارجیت اپنی انتہا

پسندی کے ساتھ، تحریکیت اپنی تغیر پذیری کے ساتھ اور تصوف اپنی تمام تر گمراہیوں کے ساتھ مرجعیتِ علماء کی شناخت ختم کرنے کے درپے ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء اپنے مقام و منصب کو پہچانیں، اپنے اندر امتیازی اوصاف پیدا کریں، خود کو مرجعیت کا اہل ثابت کریں، جانے بوجھے بغیر ہر مسئلے میں فتویٰ بازی سے گریز کریں، معتبر اور مستند علمائے دین سے اپنے روابط استوار رکھیں اور جو علماء کی مرجعیت کے دشمن ہیں ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ دین ایک کھلونا بن کر رہ جائے گا اور جہالت وضلالت کو فروغ حاصل ہو گی۔

عرصہ ہوا برصغیر کے معروف صاحبِ قلم عالم دین اور ہماری جماعت کے نامور مفکر و مورخ شیخ عبد المعید مدنی حفظہ اللہ نے مرجعیتِ علماء کے متعلق ایک مختصر مقالہ سپرد قلم کیا تھا، جس کی اشاعت ستمبر ۲۰۱۹ء کے ماہنامہ ''الاحسان'' دہلی میں ہوئی تھی، یہ مقالہ مختصر ہونے کے باوجود موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور انتہائی جامع ہے۔ یوں تو شیخ محترم کی تمام تحریریں علم و فکر کی حسین مرقع ہیں اور ان کی طباعت و اشاعت کی اشد ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مکتبۃ السلام اپنے وسائل کی قلت و کم یابی کے باوجود شیخ محترم کی اس فکری نگارش کو شیخ کی اجازت سے زیورِ طباعت سے آراستہ کر رہا ہے۔ اللہ اسے مؤلف و ناشر کے حق میں قبول فرمائے، اس کے نفع کو عام کرے اور اسے مؤلف و ناشر و دیگر معاونین کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین! **وصلی اللہ علیٰ نبیہ الکریم**

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادمِ کتاب وسنت

محبوب عالم عبد السلام سلفیؔ

مدیر : مکتبۃ السلام

انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

یکم ستمبر ۲۰۲۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ أشرف الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم بإحسان الیٰ یوم الدین، أمابعد :

تمہید

اسلام میں علماء کا ایک معیّن مقام ہے۔ یہ مقام اُن کو رب کریم اور رسول پاک ﷺ نے عطا کیا ہے۔ یہ اجتہادی مسئلہ نہیں بلکہ یہ نصوصِ دینیہ سے ثابت ہے۔ یہ وجوب کے درجے میں ہے۔ علماء کا مقام و درجہ ایک دینی ضرورت ہے۔ دین کے تحفظ و بقا اور دین کے فروغ کا یہی ذریعہ ہیں۔ اگر ان کی ضرورت کو تسلیم نہ کیا جائے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ جس کا جو جی چاہے کہے اور جیسا چاہے کہے۔ دین میں اس کی آزادی نہیں ہے کہ جس کا جو جی چاہے دین کے نام پر دعویٰ کرے، ایکشن میں آئے۔ دنیا میں سب سے بڑی ذمہ داری دین کے متعلق ہے۔ دین کی بات کرنے کے لیے استناد، علم، تفقہ اور صلاحیت کی ضرورت ہے۔ بلا علم بات کرنے سے انسان جہنم خرید سکتا ہے، ضال مضل، گمراہ اور گمراہ گر بن سکتا ہے۔ اسی لیے علمائے متقدمین اس سلسلے میں بہت چوکنا رہتے تھے، جلدی لب کشائی نہیں کرتے تھے اور ان کا معاشرہ بھی ایسا تھا کہ علماء کی قدر و عزت کرتا تھا۔

علماء معاشرے کی روح ہیں۔ اگر ان کی قدر نہ ہوئی تو معاشرہ جہل و ضلالت میں ڈوب جائے گا، گمراہی کا دور دورہ ہو گا، نااہل خطیب، مفتی اور واعظ بن جائیں گے، دین کو اور مسلمانوں کو کھیل بنائیں گے اور اِس وقت یہی سب کچھ ہورہا ہے۔ تقریباً دو دہائیوں سے صورتِ حال یہ بن گئی ہے کہ ہندوستان میں مسلک اہل حدیث پر کم فہموں، شہرت و دولت کے طلب گاروں اور نااہلوں نے ڈاکہ ڈال رکھا ہے۔ نہ دینی علوم سے آگاہی، نہ عربی زبان سے آگاہی، سوشل میڈیا سے یا کسی ایرے غیرے نتھو خیرے سے چند باتیں مل گئیں یا خود ہی کسی پر خبط سوار ہو گیا کسی معمولی مسئلے کے متعلق یا دلوں کی کجی اور ٹیڑھ نے کسی تاریک راہ پر ڈال دیا یا کسی خناس انسان نے اپنی خرافات اور خبثِ باطن کو کم عقلوں کے دل و دماغ میں انڈیل دیا یا کسی سر پھرے کو نیتائی سوجھ گئی اور جیب و شکم کا بندہ بن گیا

بس پھر خارجیت شروع اور مسلک اہل حدیث سے چپک کر مسلک اور جماعت کو ڈسنے کا کام شروع۔

مرجعیت علماء کا انکار انسان کو خارجی بناتا ہے۔ آج کے انتشار کے دور اور سیکولرازم کے زمانے میں مرجعیت علماء کے رفض کو بڑی شہ ملتی ہے۔ علماء تک کا ذہن بگڑ چکا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ سیکولر داعیوں کی تعداد بکثرت بڑھ رہی ہے۔ سیکولر ملّا اس وقت کی نئی مصیبت اور نیا فتنہ ہیں۔ آج سیکولر ملائیت ایک الگ جنس کے طور پر نکل آئی ہے۔ سیکولر ایجوکیشن بیک گراؤنڈ علوم دینیہ سے مکمل بے خبری اور عربی زبان کی ابجد سے بے خبری، مگر دینی جان کاری کی ایسی دعوے داری کہ مفتی، خطیب، معلم، مربی، قائد، رہنما سب بننے کے سب سے بڑے حق دار۔ سبحان اللہ! ایسی دعوے داری اسلام میں اشد حرام ہے۔ ایسی ذہنیت محض نفس پرستی کی اُپج ہوتی ہے یا پھر دین کو سوداگری کی سطح پر لے آتی ہے۔ یہ ایک ملعون شے ہے۔ اس کا ازالہ ضروری ہے، یہ ایک مرض ہے۔

مرجعیتِ علماء

اسلام ارشاد الٰہی، قانون الٰہی اور حکم الٰہی ہے۔ فلاح دارین کا ضامن ہے۔ ہر میدانِ کار کے لیے اس کے پاس پرفیکٹ اصول اور ضوابط ہیں۔ اسلام کے ضوابط میں یہ بھی ہے کہ دین کی تعلیم وارشاد، تفہیم وتشریح کے لیے اتھارٹی کون ہیں؟ کس کو اس کی اہلیت، اختیار اور اجازت ملی ہے؟ ظاہر ہے اس کا اختیار، اجازت اور اہلیت علما کو ملی۔ دین کے سلسلے میں مرجعیت ان کو ہی ملی ہے۔ اس مرجعیت کے دینی دلائل کیا ہیں؟ ان کو ملاحظہ کریں:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾[سورۃ التوبۃ:۱۲۲]

”یہ تو نہیں ہوسکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یہ کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت سے کچھ لوگ نکل جائیں تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم میں واپس آئیں تو انھیں ڈرائیں تاکہ وہ بازیاب رہیں۔“

آیت میں کئی باتیں قابلِ غور ہیں:

1. اختصاص (اسپسلائزیشن)
2. دین میں سمجھ، تفقہ اور بصیرت حاصل کرنا۔
3. اپنے اپنے خطے اور علاقے کے لوگوں کو اُخروی انجام سے آگاہ کرنا۔
4. اجتماعی ذمہ داری ہے کہ ہر کنبہ، قبیلہ، علاقہ اور بستی میں علماء کا وجود رہے۔
5. لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ علماء کی بات سنیں۔

اس آیت میں علماء کی مرجعیت یعنی ان کی دینی اتھارٹی کے متعلق پانچ امور گنائے گئے ہیں۔ اگر ان کی تفصیل کی جائے تو بات واضح ہو جائے گی۔ ہر کنبہ، قبیلہ، گروہ، جماعت جو ایک پہچان اور تعداد رکھتی ہو، مکانی وزمانی حدود میں ہو، اس کے اوپر لازم ہے کہ اپنے درمیان سے کچھ لوگوں کو چنے کہ اہل علم کی شاگردی اختیار کریں، ان کے پاس جائیں، ان کی تربیت میں رہیں، ان سے اکتساب فیض

کریں، علم کے لیے خاص اوقات نکالیں۔ ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ﴾ سے اختصاص کے لیے اوقات نکالنا، سفر کرنا، علماء کی تلاش کرنا، مراکزِ علم تک پہنچنا طے ہے۔ اختصاصِ دین ضروری ہے اور اختصاص کیسا؟ فنی قسم کا نہیں، وہ جزوی ہوتا ہے۔ تفقہ فی الدین حاصل کرنا۔ تفقہ فی الدین کیا ہے؟ دین جاننا، دین کے اسرار و حِکَم جاننا، دین کی تنفیذ کا طریقہ جاننا، دین کے جزء و کُل جاننا، دین کے حالات وظروف کو جاننا، دین کی مصلحتیں جاننا، دین کے دلائل وبراہین جاننا۔ کسی کو دین کی سمجھ مل جائے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا خاص عطیہ ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ)) [صحیح بخاری:۷۳۱۲]

"اللہ جس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔"

دین حاصل کرنے کے لیے علماء کا تلمذ اختیار کرنا اور ان سے دین میں بصیرت حاصل کرنا انفرادی عمل بھی ہے اور اجتماعی عمل بھی ہے۔ شاگرد، استاد، سماج اور معاشرہ سب مل کر دینی تعلیم کے سلسلے کو سِٹ اَپ کریں۔ سب کا شعور و ادراک ایسا بن جائے کہ سب مل کر عالم بنائیں تب اسے دینی بصیرت حاصل ہوگی اور اس قابل بنے گا کہ لوگوں کی دینی رہنمائی کر سکے، اس وقت لوگ اس کی باتوں کو سنیں گے اور مانیں گے۔ یہ ہے علم دین کے حصول کی اجتماعی ذمہ داری، انفرادی ذمہ داری اور پھر اس کے ابلاغ، دعوت اور فروغ کی انفرادی واجتماعی ذمہ داری۔ اور یہ ہے دینی تعلیم کا سسٹم۔

اس ایک آیت نے دینی تعلیم کے پورے سسٹم کو طے کر دیا۔ اس سسٹم سے نکلنا اور مَن مانی کرنا اس کے لیے طے شدہ اجتماعی ذمہ داری اور انفرادی ذمہ داری کو نظر انداز کر دینا ہے۔ علمی و دینی مرجعیت کو ڈھانا ہے۔ علماء کی مرجعیت کا انکار کرنا ہے۔ ان کی قدر و قیمت کو رفض کرنا ہے۔ یہ ساری سرگرمیاں دینی تعلیمات کے خلاف ہیں اور طے شدہ دینی نظم سے بغاوت ہے۔ یہ سب سے زیادہ نقصان دہ ہے اور یہی خارجیت ہے۔ دینی تعلیمی سلسلے سے بغاوت دین کو ڈھانے کے مترادف ہے۔

اسلام میں علماء کا درجہ اور ان کی اتھارٹی میرٹ کی بنیاد پر ہے۔ یہاں برہمنیت نہیں ہے کہ جو بھی چاہے دین کا چولا پہن لے اور عالم ہونے کا دعویٰ کرے، نہ علم وعلماء موروثی ہوتے ہیں، علمی صلاحیت اور تفقہ کے بغیر علم کی دعوے داری اور عالم ہونے کی دعوے داری حرام ہے۔ رسول

پاک ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا؛ سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ)) [سنن ترمذی:۲۶۸۲]

''جو شخص طلبِ علم کی راہ پر چل پڑتا ہے، علم کا متلاشی بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں پہنچنے کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ فرشتے طالب علم کی کارکردگی سے خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔ عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوقات دعائے مغفرت کرتی ہیں اور پانی میں مچھلیاں بھی۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چاند کی سارے ستاروں پر۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ بے شک انبیاء دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے ہیں وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں، اس لیے جو شخص علم حاصل کرے اس کا بھرپور حصہ لے۔''

علماء کے مقام اور مَیرٹ (Merit) کا یہ ہے سرچشمہ، علم دین کو ترجیح دینا اور عمر بھر کے لیے اسے گلے لگا لینا آسان نہیں ہے اور خاص کر اس دور میں جب کیریئر بنانے اور دولت بٹورنے کے لیے دنیا پاگل بن گئی ہے۔ علمِ دین کی برتری، رفعت اور اعلیٰ حیثیت کو آج کون تسلیم کرتا ہے؟ ایسے حالات میں اگر کسی بندے کو توفیق ملتی ہے کہ راہِ علم میں نکل پڑتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اپنا علمی سفر شروع کرتا ہے تو آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوقات اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ اس سچائی کو نگاہوں کے سامنے لانے کے لیے بطور خاص رسول پاک ﷺ نے پانی میں مچھلیوں کے استغفار کا ذکر کیا ہے یعنی پوری کائنات کا ذرہ ذرہ دین کے مخلص علماء کے لیے دعا گو ہے۔ ان کی فضیلت تمام انسانوں پر قائم ہے۔ وہ انبیاء کے علمی وارث قرار پاتے ہیں۔ سلسلۂ علم میں دینار و درہم کا ذکر نہیں ہوتا ہے۔ یہ جانبی اور حقیر شے ہے اور جو طلبِ علم کی راہ میں نکلے اسے علم کے خزانے جمع کر لینا چاہیے۔ اسے حتی الوسع علم سے سیراب ہونا چاہیے۔

یہ ہے علماء کا میرٹ اور طالب علم کا میرٹ۔ کس کو علم کا یہ میرٹ حاصل ہو سکتا ہے؟ علماء کی مرجعیت کے منکر خارجی اور دینی تعلیم کے دینی سسٹم کے باغی ذرا غور کریں وہ کہاں راہِ ضلالت پر کھڑے ہیں۔ سیکولر مُلّا کی یہ جنس ثالث سارے کفار و ملحدین کے افکار و خیالات پڑھ کر ترقی کا اُڑان بھرنے کے لیے رات دن بے تاب رہتی ہے اور علماء کے علم سے اردو یا انگلش یا ہندی میں ان کے ترجموں اور تالیف کردہ کتابوں سے چند جزئیات سے استفادہ کرکے اُنھیں کو مسترد کرتی ہے۔ یہ احسان فراموشی بھی ہے اور دنائت (کمینگی) بھی ہے۔ خود اندھے اور علماء کے اجالے سمیٹ لینے والے یہ اندھے انھیں کو اندھا کہنا شروع کر دیں حیرت کی بات ہے۔ اس وقت عوام اسی حیرت میں مبتلا ہے۔

آیت مذکور میں ہے: ﴿مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ﴾ اس ٹکڑے سے یہ بھی طے ہوتا ہے کہ جس جگہ اور جس زمانے کے علماء ہوں، سسٹم میں داخل ہے کہ لوگ ان سے جڑیں، ان سے سیکھیں، ان کی قدر کریں اور ان کی مرجعیت کو مضبوط کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی طرف رجوع کریں، اپنی عاقبت سنواریں۔ عاقبت مستند علماء کے مستند فہمِ دین سے سنور سکتی ہے اور سب مل کر علماء کی مرجعیت کو مضبوط کریں، قائم نہ ہو تو اسے قائم کریں۔

رب کریم نے علماء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل:۴۳]

"اور ہم نے تم سے پہلے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا، جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔"

سیاق آیت سے تو آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ کفار کو یہ تعجب تھا کہ انسان نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ انھیں تنبیہ کی گئی کہ سلسلۂ نبوت میں انسان ہی نبی بن کر آتے ہیں اور اگر اس کی شہادتِ بینہ یا تحقیق چاہیں تو اہل کتاب سے پوچھ لیں، وہ بتا دیں گے کہ انبیاء ہمیشہ انسان ہی اور مرد ہی ہوا کیے ہیں، اس سے مشرکین کی حیرانی دور ہو جائے گی۔ لیکن اس سے استدلال ہوتا ہے کہ اہل علم سے، علماء سے

لوگوں کو دین کی جان کاری حاصل کرنی چاہیے۔ یہاں اہل العلم کے بجائے اہل الذکر کے الفاظ آئے ہیں، جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ ایسے علماء جن کے دل و دماغ میں سچائی نے گھر کر لیا ہے، ان کے اندر علم یا یاد دہانی نصیحت اور عبرت پذیری بن کر بیٹھ گیا ہے وہ خالص علماء ہیں، ان کے اندر خیر ہی خیر ہے، وہ پیکرِ علم و عمل بن گئے ہیں۔

اس آیت سے مرجعیتِ علماء طے ہے۔ علمائے مخلصین سے پوچھنے کا رب کریم حکم صادر فرما رہا ہے۔ ہر دور اور ہر جگہ مستند علماء اہل الذکر سے دین سیکھنا، دین کے بارے میں معلومات حاصل کرنا غیر علماء کے لیے ضروری ہے۔ اس آیت کو لوگ تقلید کے اثبات کے لیے استعمال کرتے ہیں، حالاں کہ تقلید اور عدمِ تقلید بالکل غیر دینی بحث ہے۔ اتباعِ سنت سے جو دین کا التزام پیدا ہوتا ہے اور اس سے جو انضباطِ فکر و عمل ہو سکتا ہے، تقلید سے ممکن نہیں بلکہ تقلید سے سلبی التزام اور انضباط پیدا ہوتا ہے۔ انسان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے کٹ کر رجال کا مطیع و متبع بن جاتا ہے۔ لوگ "اربابا من دون اللہ" بن جاتے ہیں۔ احادیث کا منکر بن جاتے ہیں۔ سارے فرائض اور واجبات مختل ہو جاتے ہیں۔ تقلید کا تاریخی علمی وجود ثابت نہیں ہے، اسے وقتی بندوبست کے طور پر ہوا کے ذریعہ استعمال کیا گیا۔ تقلید تو اس وقت شروع ہوتی ہے، جب قلوب و اذہان سے اصل دین محو ہو جاتا ہے اور لوگوں کا رواجی، رسمی اور مادی منفعت فراہم کرنے والا دین اصل دین کی جگہ لے لیتا ہے۔

علماء کی ذمہ داری ہے کہ دین کو اللہ کی جانب سے سونپی ہوئی ذمہ داری اور امانت سمجھیں، اس میں اپنی ذات اور مفاد کی آمیزش نہ کریں۔ تقلید سے ذات و مفاد کی آمیزش ہوتی ہے اور پھر جاہلی تعصب پیدا ہوتا ہے۔ دین میں علماء کی مرجعیت اس اساس پر ہے کہ علماء دین میں مہارت حاصل کریں اور اللہ کے دین کو بغیر کسی آمیزش کے اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ یہی ان کا میرٹ ہے اور یہی ان کی ذمہ داری ہے۔ اللہ کے دین کو کماحقہ سمجھنا اور پہچاننا آسان نہیں ہے، پہچاننے اور سمجھانے میں حسنِ نیت، حسنِ عبادت، حسنِ عمل، فہم و ذکا، تسلیم و رضا سب شامل ہیں۔ علماء کا کام ڈاکیہ والا کام نہیں ہے۔ دین کو سیکھنے، سمجھانے اور پہنچانے میں اس کا بھی ثبوت دینا پڑتا ہے کہ وہ سچے دین کا سچا

پابند انسان ہے۔ منافق، فاسق، فاجر، کاذب، دنیا دار اور بدنیت نہ دین کا صحیح فہم حاصل کر سکتا ہے، نہ صحیح عمل کر سکتا ہے، نہ اس کی دعوت و تبلیغ معتبر ہے نہ تعلیم و تربیت۔ دین کی تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ میں نہ ایسے لوگوں کی ذات معتبر ہے نہ کام۔

مرجعیتِ علماء کے متعلق اہم ترین آیت یہ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء:۸۳]

”جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر وہ اس کو رسول اور اپنے ذمے داروں کے پاس پہنچا دیتے تو اس کے اصحاب بصیرت ان کا ادراک کر لیتے۔ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو کچھ لوگوں کے سوا سب شیطان کی راہ پر چل پڑتے۔“

رسول پاک کا مدنی دور بہت زیادہ گمبھیر مسائل سے گھرا ہوا تھا۔ آپ ان سبھوں سے بحسن و خوبی نمٹنے میں کامیاب رہے۔ ان میں ایک بڑا مسئلہ منافقین، یہود اور مشرکین کا گمراہ کن پروپیگنڈہ یا مدنی اسلامی ریاست کے حساس مسائل تھے، جن کا تعلق مسلمانوں کے امن، خوشی، طمانیت سے یا کسی حوصلہ شکن پریشان کن مسئلے سے ہوتا تھا۔ پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہونا اور امورِ حکومت کے سِرّی مسائل کو افشاء نہ ہونے دینا اہم ترین مسئلہ تھا۔ شروع میں وہ لوگ جن کے ایمان میں پختگی نہیں آئی تھی وہ دشمنانِ اسلام کے پروپیگنڈوں کا بھی شکار ہو جاتے تھے۔ ان کا عام مسئلہ کی حیثیت سے چرچا ہو جاتا یا حکومتی فیصلے کے متعلق غلط پروپیگنڈہ ہوتا اور اس سے متاثر ہو جاتے۔ اس سے اسلامی ریاست اور عوام کے لیے الجھنیں پیدا ہو جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تربیت کی اور تنبیہ بھی کی اور اس کے انجام سے ڈرایا بھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تلقین کی کہ یہ عوامی امور نہیں ہیں، انھیں یہ ہینڈل نہ کریں۔ ایسے مسائل اگر پیدا ہوں تو انھیں رسول پاک ﷺ اور ذمہ دار حضرات کی سپردگی میں رکھیں۔ اصحاب بصیرت ان کے اسباب و نتائج، نفع و ضرر، رموز و اسرار دریافت کر لیں گے اور عوام

اور ریاست کو کسی طرح کی الجھن نہ ہو گی۔ آگے تنبیہ کی گئی کہ اگر ایسا نہ کیا گیا اور عام لوگ مسائلِ امت کو اپنے ہاتھوں میں لینے لگے تو شیطانی راہ پر چل پڑنے کا خطرہ ہے۔ دورِ رسالت میں مدینہ میں چند ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا تعلق ریاست اور ملت کے مفادات سے تھا۔ کچھ کچے لوگوں نے انھیں اپنے ہاتھوں میں لینے کی کوشش کی، اس کا نتیجہ طے تھا کہ ایسے لوگ شیطانی راہ پر چل پڑیں، مگر رسول گرامی ﷺ کے وجود کی برکت تھی کہ ان پر اللہ کا فضل ورحمت ہوئی اور وہ گمراہی سے بچ گئے۔

اس آیت سے آج کے سیکولر ملاؤں کا جائزہ لیں۔ دورِ نبوت کے کچھ کچے لوگوں نے بعض ملی مسائل کو اپنے ہاتھوں میں لیا، ان سے غلط تصرفات ہوئے، نتائج غلط نکلے، انھیں سختی سے روک دیا گیا کہ بِلا اہلیت انھوں نے کام کیا اور اسے خراب کیا، ان کو رسول پاک اور اصحابِ بصیرت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ان کا یہ طریقہ شیطان کی راہ پر چلانے کا پیش خیمہ تھا۔ اِس وقت جو سیکولر ملّا پورے معاملۂ دین کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے دعوے دار ہیں، ان کے متعلق اس قرآنی آیت سے کیا طے ہوتا ہے یہی نا کہ ان کا نہ مقام ہے، نہ ان کے اندر صلاحیت کہ اپنی نااہلی کے باوجود دین وملت کو اپنے ہاتھوں میں لیں۔ لیکن یہ کارِ دین وکارِ ملت کو نہ صرف اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں بلکہ انانیت وعناد بھی اختیار کرتے ہیں اور من مانی بھی کرتے ہیں۔ رٹّا لگانے والے یہ سیکولر ملّا بزعم خویش مفتی و داعی اور خطیب سب کچھ ہیں، جب کہ حالت یہ ہے کہ نہ انھیں علومِ دینیہ سے واقفیت حاصل ہے اور نہ وہ علومِ عربیہ ہی سے آگاہ ہیں۔ مذکورہ آیتِ کریمہ کے پیمانے پر آپ انھیں ناپیں تو معلوم ہو گا کہ آیت کے فیصلے کے مطابق یہ شیطان کی راہ پر چل پڑے ہیں اور اسی راہ پر لوگوں کو چلانا چاہتے ہیں۔ آج جو خارجیتِ کلیہ وجزئیہ کا سارے عالم میں ریلا آیا ہوا ہے اسی غلط تصرف کا نتیجہ ہے۔

علماء کی مرجعیت ان آیات سے طے ہے۔ یہ رب کریم اور رسول پاک ﷺ کی طرف سے علماء کے لیے عطیہ ہے۔ آیات واحادیث سے ان کا میرٹ طے ہے۔ آدمی اگر غور کرے تو خود اندازہ کر سکتا ہے کہ ان کی مرجعیت کیوں ضروری ہے؟

✿ ❀ ✿

مرجعیتِ علماء سے دوری اور نفرت کے اسباب

خارجی ماڈل کے یہ سر پھرے اور لونڈے سیکولر ملّا دراصل تحریکیت کی دین ہیں۔ سیکولر ملّاؤں کا یہ ریلا بھارت میں اس وقت سے آنا شروع ہوا جب 1977ء میں علی گڑھ میں سیمی (SIMI) کی ولادت ہوئی۔ اصلاً یہ تحریکی تھے۔ بنّائیت اور مودودیت کے خارجی افکار پیے ہوئے تھے۔ انھوں نے ملک اور بیرون ملک دینی اداروں میں اپنا اثر و رسوخ پھیلایا، چالاک لوگ یورپ، امریکہ اور خلیج میں اپنی جگہ بنا کر اُڑ گئے۔ بھارت میں عیاروں نے ملی کونسل، وقف التعلیم الاسلامی، اسلامی سائنس، زکاۃ فاؤنڈیشن وغیرہ جیسے ناموں سے اپنی دکانیں کھول لیں۔ دین، علم، تعلیم اور معاش کے نام پر نجی اداروں کی بہتات۔ انھوں نے خوب لوٹا کھایا اور اندر باہر لوگوں کو بے وقوف بنایا اور خود سیمی (SIMI) کے سیکولر ملّا اتنا آگے نکل گئے کہ جماعت اسلامی جو خود کو اس کا پیرنٹ باڈی [Body Parent] سمجھتی تھی اس کے باغیانہ رویوں کے بنا پر اسے عاق کر دیا۔ سیمی کے مجانین خود مختار ہوگئے اور اس کے لونڈے انقلابی بن گئے، تحریکیت کے انتہا پسندانہ جراثیم نے ان کے اندر اتنی سلبیات بھر دیں کہ یہ ملک و ملت کے لیے بوجھ بن گئے اور خمینی کے ہر اول دستہ قرار پائے۔ ان کی انتہا پسندانہ سرگرمیاں اتنی بڑھیں کہ ان کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

ان کے باغیانہ تیور سے عربی مدارس کے طلبہ اور سیکولر طلبہ یکساں طور پر متاثر ہوئے۔ اس باغیانہ تیور کے طلبہ 1983ء میں جامعہ سلفیہ بنارس میں اسٹرائک کا سبب بنے تھے اور جو طلبہ ان سے متاثر ہوئے تھے آج تک ان کے دل و دماغ میں تحریکیت کا خارجی کیڑا رینگتا رہتا ہے۔

بہرحال تحریکیت کا خارجی ماڈل سیکولر ملّائیت کا فتنہ تحریکیوں نے شروع کیا اور دینی و سیکولر طلبہ اس سے متاثر ہوئے اور آج ہر طرف اس کی کھیپ تیار ہے۔ خارجیت جدیدہ کا ذہن تحریکیت سے اس وقت کافی زرخیز ہے۔ اس کی زرخیزی اہل حدیث حلقوں میں بھی در آئی۔ سیمی کے غیر قانونی ہونے کے بعد (SIMI) کے ترکات مختلف حلقوں اور گروپوں میں بٹ گئے۔ اس کا ایک حلقہ (PFI) پاپولر فرنٹ آف انڈیا ہے۔ یہ فرنٹ اس وقت بھارت میں ”حزب التحریر“ کی راہ پر ہے، جو یوسف

نبھانی کی قائم کردہ جماعت ہے اور انتہائی حد تک گمراہ ہے اور اکثر ملکوں میں وہ غیر قانونی ہے۔ یہ فرنٹ انتہائی درجے کا ناقابلِ اعتبار ہے، یہ خوابوں، خیالوں اور افسانوں کی فرنٹ ہے، نوجوانوں کو تباہ اور گمراہ کرنے میں نہایت کارگر ہے، مدارس کے سر پھرے طلبہ کے لیے اس میں بڑی کشش ہے۔ انقلاب، حکومت، نعرے، ہنگامے، سر پھراپن، اودھم بازی، غوغائیت، دیوانہ پن، سیکولر اور دینی طلبہ کے لیے کافی ہے۔ پروگرام اور سوچ کے اعتبار سے پاپولر فرنٹ میں صرف خارجیت کی گنجائش ہے، اس سے صرف خارجیوں کی پیداوار بڑھ سکتی ہے۔

سیمی کی باغیانہ خارجی پیداوار میں ایک گُٹ "وحدت" ہے۔ اس نے اتحاد کو الحاد بنادیا ہے اور ان کی بھی عجب کہانی ہے۔ ان کا آقا خمینی ہے۔ یہ رافضی قاتلانہ چہرے کا منافقانہ، کاذبانہ چہرہ ہے۔ یہ بھی بِلا پَر پھڑ پھڑانے کا دم بھرتے رہتے ہیں۔ سیمی کا نیا انکارنیشن (SIO) ہے۔ ایران و ترکی کا ہر اول دستہ سعودی عرب و گلف (بجز قطر، جسے تحریکی ملک مان لیا گیا ہے۔) کا شدید مخالف ہے، انھیں گالی دینے اور متہم کرنے، ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں تیز ہے اور اتہام، گالی اور کذب ان کا مشن ہے۔

سیمی کے پرانے دکان دار اور خیرات کے مال کی پیداوار بھارت میں یکّا دکا ہر جگہ ہیں۔ ان کے سوا ایک صاحب قاسم الیاس رسول ہیں۔ ایران ان کا قبلہ ہے، چھ بار "قُم" کا طواف کر چکے ہیں، خمینیت ان کی گھٹی میں پڑ چکی ہے، ویلفیئر پارٹی کے صدر ہیں اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام میں بس آوٹر پر کھڑے ہیں، بھارت میں جلد اسے قائم کر دیں گے۔ انھیں کے مانند وحید الدین خان کے صاحب زادے ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب ہیں۔ یہ سب خارجی افکار کے حامل ہیں، ساتھ ہی پراگندہ خیالی، بدگمانی اور حرص و ہوس کے بھی بری طرح شکار ہیں، کینہ و حسد بھی ان کی شناخت ہے۔ سفید پوشی اور بوناقدی ان کی پہچان ہے، تذبذب آمیز باتیں کرنے میں ماہر ہیں۔

سیمی (SIMI) کلیتاً تحریکی طلبہ کی تنظیم تھی، تحریکیت، خارجیت، رافضیت، علمانیت اور مادیت کا مرکب تھی، عصرانیت اس کی اساس تھی، یعنی حالات و ظروف کے دباؤ کے تحت قلوب و اذہان کا تقلب پذیر رہنا اور عقیدہ و عمل، سوچ و فکر کو وقتی تقاضوں، کرانیکل ٹھاٹ اور ضرورت کے حوالے کر دینا۔ اصولِ دین و قواعدِ شریعت میں تاویل، تغیر اور من مانی تغیر کے لیے تیار رہنا۔

تحریکیں انھیں فکری رویوں اور عملی طریقوں پر چلتی ہیں۔ حسن البنا اور مودودی کے انھیں رویوں اور طریقوں سے فکری و عملی خارجیت موجودہ وقت میں پروان چڑھی اور جس نے ان کا تاثر قبول کیا وہ لازماً ''سفهاء الأحلام اور أحداث الأسنان'' کے زمرے میں شریک ہو گیا، برصغیر میں ان رویوں اور طریقوں کی تحریکی اندھ بکھتوں نے خوب ترویج واشاعت کی۔ عصرانی و تحریکی فہم دین کا خوب پروپیگنڈا ہوا۔ اس نے اپنا کھیل خوب کھیلا۔ وہ جلوے بکھیرے گئے، فتوحات کے وہ کارنامے سنائے گئے کہ اندھ بھکتی کے کارواں کے کارواں تحریکیت کے دیوانے ہو گئے۔ فکر و عمل، اچھی سوچ اور سلامت صدر کی دیوالیہ بھیڑ نے ان کی معیت کا وہ طنطنہ دکھلایا کہ سارے علماء حیران اور زیر و رہ گئے۔ چوزے اور جن کے منہ سے دودھ کی بو آتی تھی وہ بھی جغادری اور دانشور بن گئے اور چٹکیوں میں سارے اہل سنت کو اور اہل سنت کے اصول، ضابطے، منہج اور معتقدات کو اڑاتے گئے۔ تیسرے درجے کے افسانوی، خرافاتی اور فسادی لٹریچر کی شان ایسی بڑھائی گئی کہ انھیں حق الیقین بنادیا گیا۔ اساطین علماء نے بھی انھیں مثالی مان لیا اور جب حقیقت سامنے آئی تو ان سے براءت ظاہر کیا، انھیں فتنہ قرار دیا اور سارے عالم میں تحریکی شیخ چلی بن گئے۔

یہ تحریکیت تو تھی ہی اور تحریکی بھی اپنی ساری تباہ کن سرگرمیوں کے ساتھ تھے۔ مزید انھیں کی طرح ان کے گھوارۂ فکر میں پلے ہوئے یا ان کی نقالی کرتے ہوئے میڈیائی شیخ چلی پیدا ہو گئے اور خود کا انتساب حاملینِ کتاب و سنت کی طرف کرنے لگے۔ پھر جدھر دیکھیے ''سیکولر ملّاؤں'' کا اندوہ گیں ڈرامہ شروع ہو گیا، دعوتی خارجیت اور تعلیمی مافیا کی شروعات ہو گئی، اسی کی کوکھ سے معاشی رہ زنی بھی پیدا ہوئی اور ہزاروں لاکھوں غریبوں کے ہزاروں کروڑ روپیوں کا وارا نیارا ہو گیا اور بھوکے بھیڑیوں کی طرح دنیادار مولویوں نے نااہلی، خیانت، مکاری اور فراڈ کو مقدس بنادیا۔

کچھ تنظیمی و تعلیمی ذمہ داروں کی نااہلی، خیانتِ زر و منصب اور ٹھہرو انتظار کرو کا منافقانہ رویہ نوجوانوں کی بے زاری، مایوسی، اباحیت پسندی اور خارجی سوچ کا ذریعہ بنی۔ تنظیم پر دن دہاڑے غلط اور نااہل عناصر کا قبضہ ہو گیا اور پھر ہم جنسوں کی اوپر سے نیچے تک ہیکل تنظیمی میں غیر دستوری، غیر شرعی بھرتی نے فکری بحران اور عملی تعطل کو بڑھاوا دیا۔ علماء و نوجوانوں کے اندر تنظیم سے لاتعلقی بڑھی،

حتیٰ کہ مسلک و منہج کی باتیں بھی قائدین کے منہ سے بُری لگنے لگیں۔ یہ لاتعلقی اپنی جگہ لیکن اصل تباہی اور گمراہی کا سبب تحریکیت ہے۔ تحریکیت کسی کی ہو وہ ایک نامراد شے ہے اور جس پر بھی خود نمائی کا یہ رنگ چڑھ جاتا ہے اسے تباہ کرکے چھوڑتا ہے۔ انسان تحریکیت سے متاثر ہوکر یا اسے قبول کرکے اصولاً مین اسٹریم کا یا منہج وضوابط اور اصول و قواعد کا منکر بن جاتا ہے۔ خارجیت کی سوچ اور خارجی عملی رویہ اس کے اندر رچ بس جاتا ہے۔ تحریکیت اپنے اندھ بھکتوں کو گپی، ضدی، جھگڑالو، تضاد پسند اور شیخ چلی بنا کے چھوڑتی ہے، اسے مادہ پسند اور زر دمال کا بندہ بنا دیتی ہے۔

انسان جب خارجیت اور شذوذ پسندی کا شکار ہوتا ہے، اپنی ٹیڑھی سوچ، اپنی غفلتوں اور معصیتوں پر فخر کرتا ہے یا اپنے اندر اچھی صفت کے فقدان کے باوجود باکمال ہونے کا یقین کرلیتا ہے تو ایسی حالت میں ہدایت اور توبہ سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

آج انھیں مذکورہ اسباب نے نوجوانوں کو خاص طور پر جماعت کی مین اسٹریم سے دور کر دیا ہے اور انھوں نے خود فریبیوں کو بھی امام مان رکھا ہے۔ یہ مودودی، یہ اصلاحی، یہ اسرار احمد، یہ اسرار عالم، یہ غامدی، یہ وحید الدین خان، یہ روباہ صفت شاذ سب کیا ہیں؟ یہ خود فریب لوگ ہیں اور ان جیسے سڑک چھاپ چوزوں کی کمی نہیں ہے، جو خود کو دانشور اور ملت کا مسیحا بنائے بیٹھے ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے "سراب" کی طلب میں بھٹک رہے ہیں۔

دوش (غلطی) صرف ان نوجوانوں کا نہیں ہے دوش ان ذمہ داروں کا بھی ہے جو قیادت کے حق کے دعوے دار ہیں، لیکن خیانت، تعطل، غفلت، نااہلی اور نفاق کی چادر اوڑھ کر سو رہے ہیں اور ان کے لیے کوئی راہ عمل اور لائحۂ عمل طے نہیں ہے۔ قیادت کے دعویٰ کے باوجود یہ قیادت کے اہل نہیں ہیں، یہ بذات خود نفاق اور فساد کی جڑ بن گئے ہیں۔

بریلوی و دیوبندی حلقے میں خارجی سر پھرا پن اس طرح کا نہیں ہے، جس طرح اہل حدیث حلقے میں ہے، تحریکی خارجیت اور تحریکی سرگرمیوں کی نقالی اور اتساہن کا زیادہ اثر اسی حلقے پر ہے۔

مرجعیتِ علماء کے فقدان کا نقصان

علماء کی مرجعیت حتمی اور لازمی ہے اگر خارجی ذہن رکھنے والوں کے مطابق علماء کی مرجعیت کی ضرورت اور شریعت کا انکار کر دیا جائے تو کئی قباحتیں پیدا ہوں گی، خاص کر بھارت میں۔

❁ اگر سر پھروں اور سیکولر ملّاؤں کی بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ سارے مدارس بے کار ہیں، ان کو بند کر دینا چاہیے، سیکولر ملاؤں کا علم اتنا پختہ، مستحکم اور نمو پذیر بن گیا ہے کہ اب یہی مدرسہ ہیں، یہی مفتی ہیں، یہی مدرس ہیں، یہی معلم و مربی ہیں، یہی خطیب ہیں، یہی لائبریری ہیں۔

❁ تمام علومِ دینیہ کی ضرورت نہیں، سیکولر ملّاؤں کے دعاوی کے مطابق ان کی ضرورت نہ رہی، جب علماء کی ضرورت نہ رہی پھر کتابوں کی ضرورت ہی کیا؟ صحیح بخاری کی حدیث ((**إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ إِنْتِزَاعًا**)) سے طے ہوتا ہے کہ علم دین سمٹتا جائے گا اور سمٹنے کی وجہ یہی ہے کہ متعالمین کی یہ قسم "سیکولر ملّا" جہل کی تاریکی لے کے بیٹھیں گے۔ علم کا چراغ بجھے گا اور علماء ختم ہوں گے۔

❁ ادعاءِ علم اور تعالم عام ہو گا، علم و جہل ایک سے ہو جائیں گے، جہل کو شدت سے بڑھاوا ملے گا، متعالمین کی کاسِد جنس ثالث ماحول میں چھا جائے گی اور قوم اس کاسِد (ارزاں و بے قدر) جنس کے سبب اپنی بصیرت و بصارت کھو بیٹھے گی۔

❁ تعلیم و تربیت کے بجائے انتشار، خلفشار، ہوائے نفس، سر پھرے پن کا دور دورہ ہو گا، جو سیکولر اور خارجی ذہن کا انسان جتنا زیادہ چیخ لے گا وہی سکندر، جو زیادہ فریب کر لے گا وہی کامیاب، جو زیادہ چرب زبانی اور ہرزہ سرائی کر لے گا وہی شجاع، جو زیادہ چندہ جمع کر لے گا وہی قابل۔ حالت یہ ہو گی کہ گلی گلی، محلے محلے، گاؤں گاؤں، شہر شہر ادعاء، مکر اور جھوٹ کا بازار گرم ہو گا، ٹھگنے کے نئے نئے حربے اور خوفناک طریقے رائج ہوں گے، ڈھونگ اور ڈھونگیوں کی بہتات ہو گی۔

❁ دینی دکان داری کی بہتات اور دینی ٹھیکیداری کی کثرت، فتنہ و فساد، غرور اور شکم کا دور دورہ، دعوت و افتاء کا ستیاناس، حرام کو حلال بنانے اور مقدس بنانے کا شوق اور جرأت، ہیرا گولڈ ٹھگ لیڈی

کے حمایتی ہی جنس ثالث کا سِد ہے۔

❁ غرور، کبر اور گھمنڈ کا ہر دم مظاہرہ اور ہر وقت مسابقہ

❁ بے شرمی اور ڈھٹائی سب سے بڑی صلاحیت

❁ نفاق، جھوٹ اور خیانت کی حمایت کا عام رجحان ہی نہیں، ان کی حمایت کو مقدس کام، ادائے فرض شمار کرنا اور ماننا۔

❁ زر د مال ہڑپنے، حرام کھانے، چندہ بٹوری اور چندہ خوری کی وبائی بیماری کا پھیلاؤ، مشروعاتی خیرات کے نام پر لوٹ کی ہوڑ بازی، آج جس قدر سیکولر مُلّاؤں نے خدمتِ خلق کے نام پر خیرات میں لوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے اسے کسی بھی شریف آدمی کو سن کر پسینہ آئے گا، اگر اس کا بھیانک منظر دیکھنا ہو تو تحریکی سیکولر ملّاؤں کو دیکھ لیں اور ان کی نقل اہل حدیث حلقے کے ٹی وی باز سیکولر ملّاؤں کو دیکھ لیں اور ان کی حمایت کرتے دولت کے بھوکے پجاری مولویوں کو دیکھ لیں۔

ایسے ہی سیکولر ملّاؤں، متعالمین اور گدھ قسم کے دنیا دار مولویوں کے متعلق رسول گرامی کا یہ فرمان ہے :

((إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا)) (صحیح بخاری : 100)

اللہ تعالیٰ علم اس طرح نہیں سمیٹ لے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے گا، اس کے برعکس علماء کو نابود کر کے علم سمیٹ لے گا اور یہ سلسلہ ایسا دراز ہو گا کہ ایک بھی عالم کو نہ چھوڑے گا، لوگ جاہلوں کو سربراہ بنالیں گے، پھر ان سے سوالات پوچھے جائیں گے اور وہ بلا علم جواب دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے۔

یہ حدیث موجودہ سیکولر ملا، ٹی وی باز ملا، تعالم زدہ، مال گزیدہ جنس کاسد کے حالات پر ضوء افشاں ہے۔

1۔ علم دین بلا سبب نہیں اٹھالیا جائے گا، دینی علوم کی کساد بازاری ہو گی، ان کی قدر و قیمت نہ رہ جائے گی، متعالم ادعاء پسند دنیا دار، شیخی باز، جبریہ ٹیکس کی طرح فیس وصول کرنے والے جگل باز،

فسادی، فتنہ پرور جنس کا سد رہ جائے گی، اس لیے معتبر، مخلص، ثقہ و باوقار علماء ناپید ہو جائیں گے، فتنۂ خارجیت، فتنۂ تعالم، فتنۂ زرگری، چندہ خوری انھیں تحفظ عطا کرے گی۔

قبضِ علم اور قبضِ علماء کے مفہوم میں بڑی معنویت اور گہرائی ہے، قبضِ علم میں دینی علم کی برکتوں کا اُٹھ جانا، فقدانِ فہم و بصیرت، تفقہ کا فقدان، علمی صلاحیتوں کا فقدان، علم کے نور و ہدایت کا فقدان سب آسکتے ہیں، قلتِ علم اور فُقدانِ علم بھی اس کے مفہوم میں آسکتا ہے۔ قبضِ علماء میں فقدانِ علماء، علمائے خیر کی گوشہ گیری، علماء کی وفات کی کثرت کے مفاہیم آسکتے ہیں۔ علم کی ناقدری کے ماحول میں علوم دین کے حصول سے فرار اور قلتِ علماء بھی اس مفہوم میں آسکتی ہے۔ فن کاریاں، گلو کاریاں، شور بازاری، مکر سازی، خدیعت، ڈھونگ، حیلہ بازیاں، دل لگیاں، ریا کاریاں، جھوٹی امنگیں، سج دھج، تڑک بھڑک، دعوے داریاں، تعلیاں، فتوے بازیاں، حرف سازیاں، ظرافت بازیاں وغیرہ سب ہیں، چل رہی ہیں اور چلیں گی بس روحِ علم کا فقدان رہے گا۔ دین، دعوت، خطابت، فتویٰ، دانش وری کے نام پر ناٹک ہی ناٹک ہو گا اور یہ جادو گریاں، سحر طرازیاں، برابر بڑھتی رہیں گی، علم کے نام پر خرمستیاں برابر بڑھتی ہی رہیں گی ان میں کمی بھی نہ ہو گی۔ چند سالوں میں ہی دیکھ لیں، موازنہ کر لیں، سیکولر ملاؤں، ناٹک بازوں، گویوں، ٹی وی بازوں کی سرگرمیاں بڑھ ہی گئی ہیں اور بڑھ رہی ہیں اور پبلک میں ان کے لیے دیوانگی میں اضافہ ہو رہاہے، اصل دین اور اصل علماء کے لیے روز بروز میدان تنگ ہو رہاہے، مجال مختصر ہو رہاہے۔ گانا پسندی، تماشا پسندی، لذتِ کان کی طلب میں اضافہ ہو رہاہے اور یہی علامتِ شر ہے۔ اس شر میں جس قدر اضافہ ہو گا صحیح علم، روح علم اور سچے علماء کا فقدان بڑھتا ہی رہے گا اور سزا کے طور پر رب کریم ایک عالم بھی نہ چھوڑے گا، اشرار کے دیوانے بظاہر دین پسند عوام کو یہ سزا ملے گی کہ ان کے لیے صرف علمائے سوء اور سر پھرے سیکولر ملا خارجیت کی علامت رہ جائیں گے۔

۲۔ فقدان علم کے اسباب مہیا ہیں اور دن بدن ان میں اضافہ ہو رہاہے اور یہ سلسلہ خرابی کی آخری حدوں کو چھو لے گا اور اللہ تعالیٰ ایک بھی سچا عالم نااہلوں اور ناقدروں کے درمیان نہیں رہنے

دے گا، سچے علماء اللہ کے پیارے اور ولی ہوتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں کی قدر نہ ہو، نہ ان کے علم کی قدر ہو تو اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں کہ نااہلوں، کم فہموں، چھچھوروں کے بیچ اپنے پیاروں اور اولیاء کو رسوا اور بے عزت ہونے کے لیے چھوڑ دے۔ دراصل یہ سیکولر ملّا اور ٹی وی ملّا ایک مرض ہیں اور حدیث کی وعید میں داخل ہیں، فقدانِ علم و علماء کا سبب ہیں۔ فقدانِ علم و علماء سزا ہے متعالمین، سرپھروں اور لونڈوں کے وجود، مقبولیت اور شہرت کے سبب۔ دوسرے لفظوں میں تحریکیت اور اس کی نقالی اور اس کے نقال بگڑے ذہن کے لوگ، شہرت و دولت کے لیے ڈھونگ رچانے والے اور مکر و کید کرنے والے بے موقفے، شکم و جیب بھرنے کے لیے چالیں چلنے والے سب اس وعید میں داخل ہیں۔ علم نظامِ علم اور تعلیم و تربیت کا پاکیزہ اصول یہ ہے کہ اس باب میں اخلاص، تناصح، فداکاری اور قدر شناسی ہونی چاہیے، جہاں دعوے داری، ریاکاری اور بگڑا ہوا خارجی ذہن ہو گا تو اس کے برے نتائج طے ہیں۔ در حقیقت علم کی کساد بازاری اور فقدانِ علم و علماء افراد و اقوام کے لیے سزا ہوتی ہے۔

۳۔ اِدعاء علم اور تعالم کو مان لینے اور اسے قبول کر لینے کا جب ماحول بن جائے جیسا کہ اس وقت ہے تو خارجی ذہن اور سیکولر ملا یا فیس خور فسادی مولوی اپنے کرتب، تعلی، گانے چیخنے چلانے مکر و فریب رٹا لگانے سے پبلک فیگر بن جاتے ہیں۔ پبلک انھیں سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے، یہ ماحول بگاڑ کا ماحول ہے، یہ ناقص اور قابلِ رد میٹریل ہیں، ان کی مان، جان دراصل علامت ہے کہ جاہلوں کو پیشوا اور سربراہ تسلیم کر لیا گیا۔

یہ ڈھٹائی اور بے شرمی سیکولر ملاؤں، متعالمین، کرتب باز، ادعاء پسند، شیخی خورے اور فسادی مولویوں کی پہچان ہوتی ہے کہ یہ بلا جھجھک دھڑلے سے ایسے فتوے اور بیانات دیتے ہیں جیسے سرچشمۂ علم ہیں، مرکزِ رشد و ہدایت ہیں، اس بے شرمی اور ڈھٹائی کا کیا علاج؟ اس کا کوئی علاج نہیں ہے سوائے درۂ عمر (رضی اللہ عنہ) کے۔

یہ حدیث کی وعید کے تحت لاعلاج ہے۔ اس کا نتیجہ طے ہے، فقدانِ علم و علماء (**لم یبق عالما**) اور جاہلوں کو پیشوا بنانے کی سماج میں طلب۔ ان کو رہنما و پیشوا اور قائد بنانے کی ایک شکل یہ ہے کہ

ذہنی طور پر ان کو سربراہِ علم و دعوت مان لیا جائے، دوسری شکل یہ ہے کہ دعوت و تعلیم اور افتاء کے نظم و تنظیم میں انھیں سربراہ تسلیم کر لیا جائے، تیسری شکل یہ ہے کہ ان کے اِصدارات و بیانات اور مواعظ و خطابات کو رشد و ہدایت کا ذریعہ بنالیا جائے یا انھیں کرتب دکھانے کے لیے ان کو اسٹیج فراہم کیا جائے، ان کی پیری اور مریدی کو تسلیم کر لیا جائے۔ یہ ساری شکلیں چل رہی ہیں اور بڑے پیمانے پر چل رہی ہیں۔ اگر کسی کو سرپھرے پن کی اعلیٰ مثال دیکھنی ہو تو جاوید غامدی کو دیکھ لے، اس کے متعلق تفصیلات بتاتی ہیں کہ اس سے بڑا ڈھونگی مرزا غلام احمد قادیانی تھا یا پھر یہ ہے۔ اپنی نسبت غامدی تک میں جعل سازہے، اسے عربی جاء زید، ضرب زید کے معیار کی آتی ہے، بارہویں فیل ہے، مگر ادعاء عربی میں ایکسپرٹ، انگریزی میں ایکسپرٹ، اسے اتنی صلاحیت نہیں کہ سہل اور سادہ نصوصِ کتاب و سنت کو سمجھ لے۔ امین احسن اصلاحی کی اردو تحریریں اس کی بیس اور بنیاد ہیں، مگر ٹی وی پر ہمیشہ اکڑ کے آتا ہے اور جہلاء، استشراق زدہ، اباحیت پسندوں اور تحریکیوں میں دانشور و علامہ کہلاتا ہے اور تو اور علی گڑھ میں ہمارے ایک اصلاحی مرحوم تھے، پڑھے لکھے انسان تھے، بھٹکتے بہت تھے اور شذوذ پسندی میں طاق تھے، وہ اس زندیق کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔

دوسری بڑی مثال ڈاکٹر اسرار احمد تھے، ان کا کوئی فنڈا کلیر نہیں ہے، مگر لمبی گفتگو، سطحی اور بے وقوفی کی باتیں بہت ہیں اور عجوبہ پسند عوام انھیں (اتخذ الناس رءوسا جهالا) کے تحت پیشوا بنائے بیٹھی ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کرتب بازیوں، لسانی طلاقت اور جوش و خروش کا نام علم نہیں ہے۔ یہ جناب بلا سمجھے مسائل پر بولتے تھے اور صحیح علم و عقیدہ سے ہمیشہ انھیں کد تھی، اتنی صلاحیت اور طلب تھی ہی نہیں کہ صحیح علم و عقیدے تک پہنچ سکیں۔ ہر تقریر و تحریر میں باؤنس کرتے تھے، ان کی زندگی کا مشن خارجیت کو فروغ دینا، عربوں کو گالی دینا اور اسرائیل کی جھوٹی تعریف کرنا تھا۔

۳۔ (فافتوا بغير علم فضلوا...) فتویٰ بازی، رہنمائی، خطابت، دعوت و تبلیغ علم کا متقاضی ہے اگر علم و بصیرت نہیں تو خاموشی عافیت ہے، لیکن جب کچا اور سرپھرا انسان اسٹیج بنالیتا ہے تو اس کی ایک صلاحیت بہت ڈیولپ ہو جاتی ہے ڈھٹائی۔ ڈھٹائی کے سہارے اس کی پوری عمر کٹ جاتی ہے، وہ

ہمیشہ نظر انداز رکھتا ہے کہ سچ کیا ہے؟ بس ڈھٹائی کے سہارے اس کی گاڑی چلتی رہتی ہے۔ پھر پبلک، شہرت، تالی، نعرے اور نذرانے اس کی مت مار دیتے ہیں، لوٹ کر یہ سر پھرے ڈھونگی کرتب باز، خارجی ذہن والے، باغی تیور والے کبھی نہیں دیکھتے کہ اسے اصلاً کہنا کیا چاہیے بس وہ اپنی سر نگی بجائے جاتا ہے اور شیطان اس کے لیے اس کے ہر عمل کو خوش نما بنائے جاتا ہے، بہکائے جاتا ہے، تھپتھپائے جاتا ہے اور اس کی گمراہی اور گمراہ گری کا عمل شان سے جاری رہتا ہے۔

سر پھرا ذہن، خارجی ذہن، سیکولر ملا، فسادی کرتب باز، شیخی خور ملّا سراپا زہر ہوتا ہے اور جہل مرکب کے دائرے میں رہتا ہے اور سب کے باغیانہ تیور ہوتے ہیں، تناصح امت سے وہ دور ہوتے ہیں یہ سب کے سب چاہے نیشنل ہوں یا انٹر نیشنل فساد میٹریل ہوتے ہیں، دور نہ جائیں تحریکیت کے فساد میٹریل دیکھ لیں آخر جماعت اسلامی اور اخوان المسلمین کہاں پہنچے؟ خارجیت، رافضیت، علمانیت، مادیت اور تضاد کا مرکب بن گئے اور ذہنی طور پر سب دہشت گرد، عملی طور پر جہاں انھیں موقع ملا وہاں اہلاک حرث و نسل، دھماکے قتل، ان کی منزل مصر، عراق، گلف، اردن، لیبیا، مراکش، فلسطین، لبنان، ایران، تونس، الجزائر، افغانستان، پاکستان، سعودی عرب میں ان تحریکیوں نے پچاس لاکھ کے قریب مسلمانوں کو مارا ہے۔ سر پھرے، خارجی سیکولر ملا تحریکیت کی پیداوار ہیں اور ان کا انجام ہے ضلالت و تضلیل اور اہلاک حرث و نسل۔

علماء کی مرجعیت کی ضرورت

دنیا کے کاروبار کے ماہرین اختصاصی ہوتے ہیں۔ تعلیم کا ماہر، قانون کا ماہر، سائنس کا ماہر، میتھ کا ماہر اور اب تو ہر ایک علمی شعبے کے الگ الگ ماہرین اور متخصص ہوتے ہیں۔ مہارت اور اختصاص کا مطلب کیا ہوتا ہے یہی کہ مہارت اور اختصاص رکھنے والا اپنے شعبے کا ایکسپرٹ ہوتا ہے عوارض، نتائج، منعرجات، مقاصد سب کو جانتا ہے اور سب کو ہینڈل کر سکتا ہے۔

اس سے کہیں زیادہ حساس مسئلہ دین کا ہے۔ یہاں نیت، ارادے، عملی و اعتقادی سچائی، اخلاق و کردار کی بلندی، مسئولیت، علم، تفقہ، تجربہ، مہارت سب کی ضرورت ہے۔ خاص کر اجتہاد و بصیرت کی ضرورت ہے۔ کم سے کم اساسیاتِ فرائض، جزئیاتِ قواعد وضوابط، علومِ لسان و بیان اور علومِ دینیہ کے اقسام سے آگاہی ضروری ہے۔ تمام اساسیات پر اس کی پکڑ ہو یا کتاب میں ان کو حل کر سکتا ہو۔ ایسے علماء ثقہ، مستند اور دین میں اتھارٹی مانے جاتے ہیں اور اُن کی مرجعیت امت پر لاگو ہو جاتی ہے۔ جس طرح دیگر شعبہ ہائے حیات میں اختصاصی مہارت اور تجربے کی ضرورت ہے، اسی طرح دین میں بھی مہارت و اختصاص کی ضرورت ہے۔ اس کی کئی وجہ ہے: اہم وجہ تو یہ ہے کہ دین، دنیا و آخرت کے حسنات کے حصول کے لیے ہے اور یہ حسنات اس وقت حاصل ہوسکتے ہیں، جب انسان کو دونوں کے متعلق صحیح رہنمائی مل سکے۔ دونوں جہاں کے حسنات کے حصول کے لیے انسان کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کی ساری سرگرمیوں کو دین کی رہنمائی میں گزارے۔ یہ اہم دینی ضرورت ہے اور یہ ضرورت صرف مستند علماء پوری کر سکتے ہیں۔ جس طرح شعبہ ہائے حیات کی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ہر شعبہ کے ایکسپرٹ اپنے اختصاص کے میدان میں پوری تن دہی سے کام کرتے ہیں اور مصالح کو حاصل کرتے ہیں، مفاسد سے احتراز کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ دینی زندگی کے مصالح، مفاسد، احتیاجات اور اہداف ہوتے ہیں ان کو ہمیشہ نگاہ میں رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کو حل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشیات کے مسائل روز پیدا ہوتے ہیں، تعلیمات کے مسائل، سماجیات کے مسائل، سیاسیات کے مسائل اور دعوت و تبلیغ کے

مسائل ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی اور کئی طرح کے مسائل ہیں۔ خود مسلمانوں کے لیے تعلیمی نظم قائم کرنا، نئی نسل کو پڑھانا اور لکھانا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ سماجی ناانصافیاں ڈھنگ ڈھنگ کی ہیں، سماج میں لوگوں کے دینی رجحانات کی بات ہے، سماج کو متحد اور پاکیزہ رکھنے کی بات ہے، سماجی زندگی میں رونما فسادات کو دور کرنے کی بات ہے، انسانی وسائل کو ڈیولپ کرنے کی بات ہے، دینی تعلیم کے فروغ کی بات ہے، مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی اور قیادت کی بات ہے، اُن کو چلانے اور برقرار رکھنے کی بات ہے، یہ سب کون کرے گا؟ سیکولر اسٹیٹ میں یہ کام علماء کے ذمہ ہے اور انھوں نے بُرا بھلا جو کر سکے کیا ہے، یہ سب کچھ علماء کرتے ہیں اور کرتے آئے ہیں اور یہ اُنھیں کی ذمہ داری ہے۔

علماء کی مرجعیت اس لیے ضروری ہے کہ موجودہ وقت میں اسلام کا سیاسی ادارہ ناپید ہے۔ سیکولر نظریہ کے تحت سیکولر ملکوں میں اس کی گنجائش نہیں۔ اس سیاسی ادارے کی نیابت بر وقت علماء کو حاصل ہے، بر وقت وہی اولی الامر کا منصب رکھتے ہیں۔ ہیئۃ حاکمہ نہ سہی، نیابت کے لیے ان کی مرجعیت ایک اسلامی وجوب ہے۔ مسلم معاشرے اور مسلم فرد کے بقا، تحفظ، فروغ اور اُن کی دینی شناخت برقرار رکھنے کے لیے اُن کی مرجعیت کو ماننا لازمی ہے۔ وہی اُن کی تعلیم و تربیت اصلاح و سدھار کر سکتے ہیں اور شرعاً اُن کو اتھارٹی حاصل ہے۔

علماء کی مرجعیت میں صرف تقریر کرنا اور خطبہ دینا ہی نہیں ہے، بلکہ پورے شرعی ماخذ پر نگاہ رکھنا اور انھیں برتنا بھی ضروری ہے اور اُن کا حق بھی وہی ادا کر سکتے ہیں، جو مستند علماء ہیں اور شریعت کے ماخذ پر ان کی گہری نظر ہے۔ رٹّا لگا کر ایک عام آدمی اور فاسق فاجر آدمی بھی تقریر کر سکتا ہے، لیکن یہ محض اندھاپن ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ رٹا لگانے والوں سے خطبے اور تقریر کا مقام بالکل گر گیا ہے اور ایک تماشا بن گیا ہے، اس سے دعوت و تبلیغ کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

علماء کی مرجعیت اسلام کے سیاسی ادارے کا غیر اسلامی ہیئۃ حاکمہ میں نائب ہے۔ اُنھیں غیر اسلامی ہیئۃ حاکمہ میں اختیار اور طاقت حاصل نہیں ہے یا تنفیذی صلاحیت نہیں ہے، لیکن جو کچھ کام کا دائرہ ہے اس میں رہ کر بہت سارے کام کرنے کی گنجائش ہے۔ دینی و تعلیمی سرگرمیوں کی گنجائش ہے، دعوت و تبلیغ کی پوری گنجائش ہے، دستور اور اساسی حقوق کے تحفظ کے لیے سیاسی سرگرمیوں کی

گنجائش ہے، سماجی اصلاح کی سرگرمیوں کی گنجائش ہے، اقتصادی سرگرمیوں کی بہت گنجائش ہے۔ ان سارے امکانات، جدوجہد، اکتسابات اور نتائج کو اگر مرجعیت علماء کے ذریعے انجام نہ دیا جائے تو شرعاً کس کو یہ حق ملنا چاہیے؟ ظاہر ہے اُن کے سوا دوسروں کو یہ مرجعیت ملنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ علماء کی مرجعیت کا ادارہ خواہ وہ معنوی شکل میں قائم رہے یا مادی شکل اختیار کرے وہی مسلم فرد اور سماج کا نگراں ہے، حاکم نہیں کہہ سکتے کیوں کہ اقتدار و غلبہ حاصل نہیں اور اقتدار و غلبہ اصل میں نہ ہونے کے سبب معاملہ سارے کا سارا خود احتسابی، ذاتی التزام کا اور رضاکارانہ رہ جاتا ہے، مگر مرجعیت علماء اپنی جگہ طے ہے۔ اس مرجعیت کا کام ہے کہ مسلم فرد و سماج کی رہنمائی، فروغ، شناخت، تحفظ، اصلاح، اجتماعیت اور وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے سارے جتن کرے۔ ان کو منظم، اصول پسند، ضابطہ کا پابند بنانے کے لیے وہ سارے ادارے قائم کرے جن کو اسلام کا سیاسی ادارہ قائم کرتا ہے۔ علماء کی مرجعیت کا ادارہ اس کا بھی ذمہ دار ہے کہ ان کو مربوط اور ضابطہ بند بنانے کے لیے تنظیم قائم کرے، اس کے لیے اسلام کے شورائی نظام کو قائم کرے، ان کے ممبران اور کارکنان کے لیے اسلامی مواصفات طے کرے اور اجتماعی عمل کا مزاج بنائے۔

مرجعیتِ علماء کی نگرانی میں مسلم سماج کی ضرورت کے مطابق دیگر اختصاصات اور صلاحیتوں کی اکائیاں بن سکتی ہیں اور کام کے مختلف شعبے بن سکتے ہیں۔ مرجعیت علماء کا ادارہ حکومتی پیمانے کا کام کر سکتا ہے۔ غیر اسلامی اسٹیٹ میں مرجعیتِ علماء کا ادارہ تمام مسلم فرد اور مسلم سماج کا نگراں اور ذمہ دار ہے۔ مسلم سماج کی ساری سرگرمیاں اسی ادارے کے تحت انجام پائیں گی۔ اگر مسلم فرد اور سماج کی سرگرمیاں اس ادارے کو نظر انداز کر کے جاری ہوتی ہیں تو اس کی اسلامی حیثیت یا قانونی حیثیت طے ہونا مشکل ہے، اس کا انجام انتشار اور شر بھی ہو سکتا ہے اور گمراہی بھی ہو سکتی ہے۔ تحریکیت کے لونڈوں یا تحریکیت زدہ لونڈوں کو دیکھ لیں کس طرح ساری دنیا میں انھوں نے کلی و جزئی خارجیت کو فروغ دیا اور امت کو ذبح کر دیا۔ سرپھرے پن کی آگ لگا دی جس میں امت اسلامیہ جل رہی ہے۔

مرجعیتِ علماء کے انکار کرنے یا اسے تسلیم نہ کرنے کے سبب آج خارجیت، انکارِ حدیث، اباحیت پسندی، الحاد اور بے دینی کا دور دورہ ہے۔ اسلامی وحدت پارہ پارہ ہے، خود پسندی، سرپھرا پن عام ہے۔

ان کے سبب روز بروز مسلم فرد اور سماج کی بدحالی اور کمزوری میں اضافہ ہو رہا ہے۔

مرجعیتِ علماء کے تعلق سے بے شعوری بھی ہے، غفلت بھی ہے اور مجرمانہ رفض و انکار بھی ہے۔ یہ بے شعوری اور مجرمانہ رفض و انکار علماء اور عوام دونوں کے اندر موجود ہے، مگر یہ دینی ضابطے کے طور پر طے ہے کہ علمائے اسلام قانونی اور دستوری حیثیت سے اس وقت اسلامی ہیئۃ حاکمہ کی عدمِ موجودگی میں غیر اسلامی ہیئتِ حاکمہ کے اندر مسلم فرد و سماج کے نگراں ہیں۔

مرجعیتِ علما کا ادارہ اگر مسلم فرد و سماج کی نگرانی نہ کرے تو پورا مسلم معاشرہ تباہ ہو کر رہ جائے گا، جمعہ و جماعت اور عیدین مختل ہو جائیں گے، فتنے فساد بڑھیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ درہم برہم ہو جائے گا، دعوت علی وجہ البصیرۃ کا کام تماشا اور کھیل بن جائے گا، غیر اسلامی افکار و خیالات کو کھلے عام پھیلنے کا موقع مل جائے گا، نکاح و طلاق کے کام بگڑ جائیں گے، حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جائے گی، لڑائی جھگڑے عام ہوں گے، اصلاح کا کام تباہ ہو جائے گا، حقوق و معاملات بگڑ جائیں گے، ان کو درست اور فعّال رہنے کا عمل ختم ہو جائے گا۔ یہ ساری چیزیں حل ہوں شرعاً یہی مطلوب ہے اور یہ کام صرف علماء کر سکتے ہیں۔

علماء کی مرجعیت کا اگر انکار کر دیا جائے تو اس سے کیا خرابی لازم آئے گی؟ کوئی یہ سوال اٹھا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کی مرجعیت کا انکار کئی آیات و احادیث کا انکار ہے، دینی ذمہ داریوں کا انکار ہے، دینی نظم و اجتماعیت کا انکار ہے، امت کی دینی ضرورت کا انکار ہے، امت کو یتیم و بے سہارا چھوڑ دینے اور بے کس و ناتواں کر دینے کی کوشش ہے، جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے، امت کا شیرازہ بکھرنے اور سارے افکارِ باطلہ کو اس کے اندر در آنے کی کھلی چھٹی دینا ہے، امت کی حیثیت اور منصب و عظمت کا انکار ہے، اباحیت کی راہ پر ڈالنے کی ناروا کوشش ہے، امت کی وحدت و اجتماعیت سے دشمنی اختیار کرنا ہے، فتنہ و فساد کا شکار بنانے کی ناروا کوشش ہے، مسلم فرد و سماج کو ضیاع کی طرف ڈھکیلنا ہے، دین و شریعت سے بے اعتنائی ہے۔

مرجعیتِ علماء کے شروط

علماء کی طرف لوگ رجوع کریں، لوگ ان کو مرجعیت کا اہل مانیں اور مرجعیت کا وہ استحقاق رکھیں، انھیں غیر اسلامی حکومتوں میں مسلم فرد و سماج کا نگراں تسلیم کیا جائے اور وہ مسلم فرد و سماج کے فروغ، تحفظ، شناخت اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری نبھا سکیں۔ اس کے لیے انھیں اپنے اندر اُن دینی صلاحیتوں کو پیدا کرنا پڑے گا، جو ایک مرجعِ خلق عالم کے لیے لازم ہیں۔

1. **حسنِ نیت**
2. **گہرا علم**
3. **تقویٰ**
4. **امانت داری**
5. **معاملہ فہمی و بصیرت**
6. **اعلیٰ اخلاق**
7. **مسئولیت**
8. **امت کی خیر خواہی**

علماء کی مرجعیت کی یہ بنیادی شرطیں ہیں۔ یہ شرائط کوئی فلسفہ اور رموز نہیں ہیں۔ یہ ایسے شرائط ہیں کہ ہر لمحہ علماء کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں۔ دیگر مطلوب صلاحیتیں علماء سے نیچے زیریں طبقے پورا کر سکتے ہیں اور اُنھیں مشورہ دے سکتے ہیں۔

❁ **حسنِ نیت** ہی کو لے لیں۔ ہر وقت اس کی ضرورت دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ ہے۔ انسانی عمل، سوچ، منصوبے، ارادے، عزائم ہر ایک میں حسنِ نیت کا کلیدی کردار ہے۔ نیت ہی سے راہ و منزل طے ہوتی ہے۔ نیت بگڑنے سے راہ و منزل کھوٹی ہو جاتی ہے۔ نیت بگڑنے سے نفاق، ٹکراؤ، انتشار اور فساد کی راہیں کھلتی ہیں۔ نیت بگڑنے سے نمازیں، عبادتیں، سلطنتیں اور تعلقات بگڑ جاتے ہیں۔ مفادات و مصالحِ دینیہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ قیادتیں ناکارہ، اعمال برباد، منصوبے زیرو اور پروگرام بے نتیجہ ثابت ہوتے ہیں۔ صلاحیتیں تاراج ہو جاتی ہیں، سلیقہ بگڑتا ہے، تاریخ بگڑ جاتی ہے، تہذیب بگڑ جاتی ہے، ریشہ دوانی، سازش اور تضادات کے جال میں انسان پھنسا رہ جاتا ہے۔

اس کے برعکس حسنِ نیت سے وحدت و اجتماعیت قائم رہتی ہے، سارے کام کرپشن سے پاک رہتے ہیں، سچائی ہر کام میں نمایاں رہتی ہے، حقیقت پسندی ہر طرف سایہ فگن رہتی ہے، مقصدیت

بر قرار رہتی ہے، کامیابی کے امکانات روشن رہتے ہیں۔ حسنِ نیت اس وقت قائم رہتی ہے جب انسان اپنی زندگی کی جہت شروع ہی سے طے کرلے اور اپنے رویے میں اتنا مضبوط بن جائے کہ مسرت آمیز لمحات و مضرات، منافع و مصالحِ ذاتیہ اس پر اثر انداز نہ ہوں۔ آخرت کا خوف، محبتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول اس کی زندگی کے اندر اصل الاصول بن کر داخل ہو جائے اور وہ صراطِ مستقیم سے ڈگمگائے نہیں۔ حسنِ نیت ہی سے انسان کا کردار بنتا ہے۔ اگر حسنِ نیت نہیں ہے، دلوں میں حرص و لالچ اور ذہن میں طمع بھر گئی ہے تو انسان حسنِ نیت کو بر قرار نہیں رکھ سکتا ہے۔ دیگر شروط بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ حسنِ نیت سے ہی دین کی اچھی سمجھ، حسنِ کردار، احساسِ مسئولیت، تقویٰ اور دیانت داری آ سکتی ہے۔ تزکیۂ نفس کا سارا عمل نیت ہی سے وابستہ ہے، ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى)) سے نیت کی اساسیت اور کار فرمائی طے ہے۔ کوئی عالم کتنا بڑا ہو جائے اگر وہ خبثِ باطن کا شکار ہو گیا، بدنیتی اس کے دل میں آباد ہو گئی تو اس کی مرجعیت کی صلاحیت رد ہو جاتی ہے۔ وہ زبردستی جو بھی چاہے قلم کار، مفتی، خطیب بنا پھرے۔ اصلاً وہ اپنی بد باطنی کے سبب رہنمائی کر ہی نہیں سکتا، وہ گمراہی کے کام ہی کر سکتا ہے، اس کے اندر کبھی ٹھہراؤ نہیں آ سکتا، نہ وہ راہ راست کا راہی بن سکتا ہے اور نہ استقامتِ عقیدہ و عمل کا اہل ہو سکتا ہے، وہ مکھیوں پر مکھیاں مار سکتا ہے اور خود کو شہر یاروں، شاہ زادوں اور رستموں میں شمار کروا سکتا ہے۔

❁ **علم** کی بات لیں تو بہت سے گندم نما جو فروش دائرۂ مرجعیت سے نکل جائیں گے۔ علم دین جو مرجعیت کے لیے ضروری ہے وہ کیا ہے؟ اوپر مذکورہ آیات و احادیث سے یہ طے ہوتا ہے کہ مرجعیتِ علماء کے لیے جس علم کی ضرورت ہے وہ نصوصِ کتاب و سنت کی سمجھ اور اسلاف کی منہجی تشریحات کی جان کاری ہے۔ اُن کی ایسی سمجھ کہ انسان خود اُن سے جِلا پائے اور دوسروں کی رہنمائی کے قابل بن سکے۔ اس کے اندر اجتہادی صلاحیت پیدا ہو جائے اور مسائلِ جدیدہ اور مشکلات میں وہ لوگوں کی رہنمائی کر سکے۔ مرجعیت کا اہل مخطوطہ تحقیق کرنے والے بے چارے تھوڑی ہیں۔ تذکرہ، سوانح اور تاریخ کے موجودہ غبار آلود تعصب اور گپ میں ڈوبے مباحث سے اشتغال رکھنے والے لوگ تھوڑی

ہیں۔ موامرت، سازش، بلاہت، غفلت، عیاری اور خیانت کے شکار تھوڑی ہیں۔

کتاب و سنت کے گہرے علم کے ساتھ عالم کو جدید گمراہ فرقوں کے افکار و نظریات کی خبر ہونی چاہیے ورنہ وہ خود ان کا شکار بن سکتا ہے۔ دیکھیے بڑے بڑے سلفی برصغیر اور شرق اوسط کی تحریکیت کے شکار ہوگئے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ دونوں جگہ کی تحریکیت، تحریکی اباحیت، خارجیت، رافضیت اور علمانیت کا مکروہ ترین اور گمراہ ترین عناصر کا آمیزہ ہے۔ پوری اسلامی تاریخ میں تحریکیت سے بڑی گمراہی نظر نہیں آتی۔ قدیم و جدید ساری گمراہیاں اس کے اندر موجود ہیں۔ لوگ اُن کے پروپیگنڈوں اور دعوے داریوں کو حقیقت سمجھ بیٹھے۔ اسی طرح تبلیغی جماعت کے دعوئ کرامات کے بہت سے ایسے لوگ قائل ہوگئے جو مسلک اہل حدیث سے انتساب رکھتے ہیں، جب کہ اُن کے اصول، ضابطے، سرگرمیاں اور اجتماعی عمل سب دائرۂ بطلان میں ہیں۔ اُن کے تباہ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اُن کے اندر شرک صریح تک موجود ہے۔ تصوف کی بدترین گمراہیاں اور غلاظت اُن کے یہاں موجود ہے۔ موضوعات، ضعاف، قصص واہیہ، خوابِ پریشاں، کراماتِ کاذبہ، وحدۃ الوجود، تصورِ شیخ، مُردوں کی غیب دانی، اُن کے حاضر و ناظر ہونے بلکہ روح اور جسم کے ساتھ آنے کا شرکیہ وہم بھی اُن کے یہاں موجود ہے۔ قادیانیوں کی طرح اُن کے اجتماعات حج اور میدانِ اجتماع عرفات بن گئے ہیں۔ صوفیانہ چلہ کشی ہجرت و نصرت بن گئی ہے۔ ظاہر ہے ان گمراہیوں کو جاننا ضروری ہے۔ خارجیت، تشیع، طوائفِ ہُدامہ باطنہ کی جان کاری بھی ضروری ہے۔ اس دور کے الحاد، اباحیت، علمانیت، سرمایہ دارانہ نظام، کنزیومرزم لہو ولعب کی اَن گنت قسموں کو جاننا ضروری ہے۔

❁ **تقویٰ** کی بات لیں تو وہ مرجعیتِ علماء کے لیے اساس ہے۔ صالحیت اور تقویٰ انسان کو فسق سے بچاتا ہے۔ انسان کے اندر اصالت، احتساب، تحذر اور اجتناب عن الشر سکھلاتا ہے۔ فساق و فجار علماء، حلال و حرام کی تمیز نہ کرنے والے دنیادار مطلب پرست، مداری قسم کے لوگ، دین کی تجارت کرنے والے خائن اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے مرجعیت کے اہل نہیں ہوتے، فتنہ پرور اور فساد پھیلانے والے مرجعیت کے اہل نہیں ہوتے۔

❀ **امانت داری** کو لیں۔ امانت داری دین کی ہے، منصب کی ہے، مال و زر کی ہے اور تینوں امانتیں اہم ہیں۔ اگر کسی ایک میں بھی امانت داری کا فقدان ہے تو مرجعیت کی اہلیت ختم ہو جاتی ہے۔ خیانت انسان کی شخصیت، اہلیت، کردار و وجاہت اور وقار کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ وقت کا علامہ، قلم کار، خطیب، مفتی، مدرس، ناظمِ مدرسہ اگر خائن ہے تو اُسے مرجعیتِ علماء کا مقام نہیں مل سکتا ہے۔ مرجعیتِ علماء کا منصب بہت بڑا منصب ہے۔ لوگ اُسے کھیل سمجھتے ہیں، پبلک کا یہ حال ہے کہ اگر کسی مداری کا کرتب دیکھ لے تو اس پر نچھاور ہونے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ کسی فاسق، فاجر، جاہل مجرم نے اگر لچھے دار تقریر کر دی تو اس کو پیر بنانے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ خود علماء اور پبلک کے اندر یہ شعور رہے ہی نہیں کہ مرجعیتِ علماء کیا ہے اور اُس کے شرائط کیا ہیں اور مرجعیتِ علماء کے ادارے کے تقاضے کیا ہیں؟ فرد فرد دین وملت کو فروغ دینے کے بارے میں سوچتا تک نہیں۔ دینی امانت کی تجارت کو پیشہ بنالیا جاتا ہے۔ خاص کر دعوت کے حوالے سے کمائی کرنے کی ایسی بے شرمی آگئی ہے کہ انسان خود کو بیچنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے اور رسول پاک ﷺ کا یہ فرمان بھول جاتا ہے۔

((مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا؛ لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) يَعْنِي رِيحَهَا. [أبوداود:٣٦٦٤]

”جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے مگر اس کی تعلیم کا مقصد متاعِ حیات کا حصول ہے تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتا۔“

امانتِ دین میں خیانت کئی طرح کی ہوتی ہے:

صحیح دین کو نہ بتایا جائے، دین کو کمائی کا ذریعہ بنایا جائے اور ہر دم اس کا سودا ہو، علمِ دین کی پامالی کی جائے، انسانی افکار و نظریات کو دین کا درجہ دیا جائے۔

منصب وزر کی امانت کی زبردست اہمیت ہے، اگر اس میں خیانت ہو تو یہ بھی کسی عالم کی مرجعیت ختم کرنے کے لیے کافی ہے۔

❀ **تفقہ فی الدین اور معاملہ فہمی و بصیرت** اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ایک تو یہ عطیۂ الٰہی اور موہبتِ ربانی ہے، دوسرے یہ بہترین انسانی اکتساب ہے۔ انسان مسائلِ امت میں تناصح اور ہمدردی

رکھتا ہے، امت کا دکھ اور غم محسوس کرتا ہے، دین وملت کی ترقی اور فروغ کے لیے سچے دل سے تڑپتا ہے، دین کا گہری نظر سے مطالعہ کرتا ہے، امت کے مسائل ومشکلات اور اس کی پستی وزوال کو بہ نظر غائر اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے، اسبابِ زوال وپستی کا جائزہ لیتا ہے، اس کی اصلاح کے لیے فکر مند رہتا ہے اور عروج وترقی کے لیے ہر ممکن تدبیر کرتا ہے۔ فلاحِ امت اور اصلاحِ امت کے لیے یہ تفقہ فی الدین ہے۔ جن کو صرف اپنے کیریئر، پیٹ اور جیب کی پڑی رہتی ہے وہ اُنھیں کے لیے مرتے مٹتے ہیں۔ اُن کو دینی بصیرت، تفقہ فی الدین یا فقہ فی الدین اور فقہ فی الواقع نہیں ملتی اور اگر ملی بھی ہو تو جیب وشکم کے تقاضوں کی یلغار اُسے بے بصیرت بنا دیتی ہے۔ ایک عالم اگر ہوسِ زر کا شکار ہو جائے تو اپنی تدریس، خطابت، نکاح خوانی، امامتِ صلاۃ، امامتِ صلاۃِ جنازہ کی قیمت لگواتا ہے اور اپنی مرجعیت کا حق کھو دیتا ہے۔ علمی مرجعیت بکاؤ مولویوں کی رذالت کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اُسے بابصیرت، شجاع، بہادر، بامروت، دینی وقار والا اور سمجھ دار عالم چاہیے۔ ڈھلمل یقینی کے شکار، مفادات کے غلام، نفاق پسند، دَل بدلو، رنگ برنگے، طوطا چشم، دولت وشہرت کے دیوانے علمی ودینی مرجعیت کا حق کھو دیتے ہیں۔ وہ تو امت کے لیے جلّاد بن جاتے ہیں اور ان کا کام فقط جلّادی رہ جاتا ہے۔

❁ مرجعیت کے حق دار وارثینِ انبیاء کے لیے **اعلیٰ اخلاق** سے متصف ہونا اہم شرط ہے۔ نبی کریم ﷺ کی طرح ﴿**وإنك لعلى خلق عظيم**﴾ کی سند چاہیے۔ مرجعیتِ علماء کے لیے صرف علم کافی نہیں ہے، اخلاق ضروری ہے۔ بااخلاق ہو کر انسان ساری رذالتوں سے دور ہو جاتا ہے اور سارے اوصافِ کمال سے متصف ہو جاتا ہے۔ علم صرف جانکاری کا نام نہیں ہے۔ علمِ دین انسان کے ریشے ریشے میں اُتر جائے اور دل ودماغ میں آباد ہو جائے پھر عالم کی زندگی دین کے سانچے میں ڈھل جائے یہی بااخلاق ہونا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرمایا تھا: ((**كان خلقه القرآن**)) آپ کا اخلاق قرآن تھا۔ اخلاق انسان کی بات کو باوزن بنا دیتا ہے، اس کی معتبر شخصیت اس کی بات کو معتبر بنا دیتی ہے۔ بدخُلق انسان مردودِ خلائق بن جاتا ہے اور اُس کی باتیں بھی غیر معتبر بن جاتی ہیں۔ بڑی مشکل ہے کہ آج چاپلوسی، بے جا تعریف، سازباز اور مفاد کے حصول کے لیے لوگوں کو

اُلّو بنانا عام ہے، منافقانہ معاشرت کا چلن ہے اور اِن چیزوں نے اخلاق کی جگہ لے لی ہے۔

❁ **ذمہ داری کا شعور واحساس** بہت ضروری ہے۔ اگر ذمہ داری کا احساس نہ ہو تو انسان وقت نہیں دے سکتا، وقت پر کام نہیں کر سکتا، صلاحیتوں کا استعمال نہیں کر سکتا، صحیح وقت پر صحیح کام نہیں کر سکتا۔ ہر مسلمان ذمہ دار ہے اور اس کی ذمہ داریوں کا دائرۂ کار طے ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((**كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ**)) [صحیح بخاری:۲۵۵۸]

”تم تمام لوگ ذمہ دار ہو اور تم تمام لوگ اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہو۔ امام (امیر، حاکم) ذمہ دار ہے اور وہ اپنی رعیت کے سلسلے میں جواب دہ ہے۔ آدمی اپنے اہل بیت کے متعلق ذمہ دار ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کے متعلق ذمہ دار ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہے۔ خادم اپنے آقا کے مال کے متعلق ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہے۔ تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہو۔“

❁ **تناصح، ہمدردی اور خیر خواہی**، دل کی سچی خواہش، سچے داعیہ اور سچی طلب کا آئینہ دار ہے۔ ہمدرد دل رکھنے والا دین وامت سب کے لیے مخلص ہوتا ہے اور ان کے فروغ کے لیے کوشش میں لگا رہتا ہے۔ انسان اور انسانیت کا سچا خیر خواہ خود پرست، مفاد پرست اور مطلب پرست نہیں بن سکتا ہے۔ وہ ایثار و قربانی کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔ یہی خوبی اگر عالم کے اندر ہے تو مرجعیت کا اہل بن سکتا ہے۔

علماء اولو الامر میں شمار ہوتے ہیں اور غیر اسلامی ریاستوں میں مرجعیتِ علماء اسلامی ہئیۃ حاکمہ کا دین وملت کی خدمت میں بدل ہے۔

یہ ہیں مرجعیتِ علماء کے شروط۔ مرجعیتِ علماء ایک دینی ذمہ داری ہے۔ مرجعیتِ علماء کا ادارہ قائم کرنا لازم ہے، اس کی نگرانی میں تنظیم قائم ہو، ادارے قائم ہوں، مساجد مدارس قائم ہوں،

ساری ملی، سماجی، تعلیمی، دعوتی سرگرمیاں جاری ہوں یہی برحق ہے۔

مرجعیتِ علماء کا ادارہ آج الحادی نظریہ کے مطابق تھیا کریسی کہلائے گا!! اور ہندوستانی سوچ کے مطابق برہمنیت و مٹھادھیش کا نام پائے گا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ عیسائیت اور برہمنیت نے اپنے اختیار کا استعمال فرعون کی طرح کیا ہے اور خود بَرخُود غلَط علماء نے یا آستانوں اور قبروں کے مجاوروں نے یہی کیا ہے اور کرتے ہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ بھی یہی ریکارڈ رکھتا ہے۔ خود مسلم تنظیموں اور اداروں کے ذمہ دار بھی یہی کرتے ہیں۔ تاناشاہی اور بے لگامی اُن کی پہچان ہے۔ ظاہر ہے یہ مظاہرِ شر ہیں، یہ سب غیر اسلامی رویے ہیں۔ مرجعیتِ علماء کے لیے جن شروط کا ذکر ہوا اگر وہ صحیح طور پر پائے جائیں تو مرجعیتِ علماء مسلم فرد اور سماج کے لیے ایک نعمتِ بے بہا سے کم نہیں ہے۔

غیر اسلامی ریاستوں میں مرجعیتِ علماء کے ادارہ کا قیام مسلم سماج کی ذمہ داری ہے تاکہ اباحیت پسندی، آوارگیِ فکر و عمل پر قدغن لگ سکے اور سارے ملی و دینی کام ضابطہ بندی سے انجام پائیں۔ اسلام میں تمام مسائل اور مشکلات کے حل موجود ہیں۔ اگر ان کو دریافت نہ کیا جائے، نہ اُن کے اصول وضوابط کو یاد کیا جائے تو یہ مسلمانوں کی بدنصیبی ہے۔ اس راہ میں مشکلات ہیں۔ سیکولر نظام میں اسلام کی اجتماعیت کا تصور پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ ہر فرد آزاد ہے، سب صحیح ہیں اور سب کچھ صحیح ہے کا الحادی اور اباحیت پسندانہ ذہن مولوی تک کا بن گیا ہے۔ ذاتی مفادات کی خاطر بڑے بڑے علمائے دین ایمان بیچتے رہتے ہیں۔ یہ کڑوا سچ ہے لیکن فریضہ تو فریضہ ہے۔ یہ بھی کڑوا سچ ہے کہ ادارے، تنظیمیں حتیٰ کہ مساجد تک ذاتی ملکیت بن چکی ہیں اور مفادات کے تحفظ میں دین اور منہجِ دین کا ضیاع ہو رہا ہے۔ ان سب کے باوجود ایک بھرم اب بھی باقی ہے کہ دین اور مسلک کی ڈوری میں لوگ بندھے ہوئے ہیں۔ ہاں تاراجی عناصر جو سیکولر نظریے کو ایمان وعقیدہ بناتے ہیں ایسے لوگ اس بندھن سے کٹ چکے ہیں، اسی طرح خارجی ذہن کے لوگ کلی ہوں یا جزئی اس بندھن کو توڑ چکے ہیں۔ ان کو خود سمجھنا چاہیے اور اُن کو سمجھایا جانا چاہیے۔

مرجعیتِ علماء کے ادارے کا قیام

آج جو تنظیمیں قائم ہیں، اُن کے ذریعہ مرجعیت کا ادارہ قائم ہو سکتا ہے۔ اس کی ذمہ داریاں طے ہو سکتی ہیں۔ شروط کے تحقق کا مسئلہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ اُسے ہیئۃ کبار علماء یا مجلسِ علماء کوئی نام دیں۔ اصول و ضابطہ بندی سے ایسے علماء کی دریافت ہو سکتی ہے جو واقعی مرجعیت کے مستحق ہیں۔ اگر اجتماعی خود کشی کا ادارہ ہو تو اس ادارے میں فاسق، فاجر، دین فروش، اباحیت پسند عیار لوگوں کو بھرا جا سکتا ہے جیسا کہ تنظیمات اور اداروں کا حال ہے۔ اگر آج مرجعیتِ علماء کا ادارہ قائم نہیں ہے تو تعجب کیا ہے۔ انسان بدعتی ہے، مشرک ہے، بے نمازی ہے، حرام کھاتا ہے، سماج میں ظالم اور غنڈہ بن کر رہتا ہے، معاملات اور حقوق سارے بگڑے ہوئے ہیں، مولوی دین فروشی کرتا ہے، مساجد تک سوداگری کا سامان بن چکے ہیں۔ ظاہر ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ مساجد کا قیام ہی غلط ہے، مدارس کا قیام ہی غلط ہے، علم دین کا حصول ہی غلط ہے۔ اس ادارے کے قائم نہ ہونے سے خیانت، بددیانتی، دین فروشی، خارجی رجحانات، اباحیت پسندی پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ اس لیے قلوب و اذہان میں یہ شیطانی رویے اثر انداز ہیں۔ تعلیمی و تنظیمی ادارے علم و اخلاق، امانت و صالحیت کی قتل گاہ بن گئے ہیں۔

مرجعیتِ علماء کا ادارہ خالص مستند اور اوپر گنائے گئے شروط کے حامل علماء کا ادارہ ہے۔ اس کے قیام سے علم و تقویٰ کا معیار بلند ہو گا۔ فرد و معاشرے کی اخلاقی پستی دور کرنے یا گراوٹ پر روک لگانے کے لیے اس ادارے کا قیام ضروری ہے۔ اس کے قیام کے بعد یہ ذمہ داری علماء کی بنے گی کہ اس ادارے کو مضبوط رکھیں، جو علماء اس ادارے میں لیے جائیں اُن کی دینی، اخلاقی اور علمی معیار بلند کریں، جو بھرتی کے لائق نہ ہوں ان کو خارج کریں۔

ماضی میں ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جمعیۃ العلماء کا قیام اسی لیے ہوا تھا۔ انھوں نے برصغیر پیمانے پر بڑی حد تک اس مرجعیت کا حق ادا بھی کیا، لیکن سیاسی چٹخارے اور فردی ہوس انھیں لے ڈوبی۔ کم از کم جماعت اہل حدیث میں مرجعیتِ علماء کے ادارے کے قیام کی شدید ضرورت ہے۔ تیس سال کا عرصہ گزر گیا اس کے لیے آواز اُٹھتی رہی، لیکن ابھی تک اس کا قیام نہ ہو سکا اور موجودہ وقت میں اس کا قیام

ناممکن ہے، اس لیے کہ جن خائن، بے شعور، ابن الوقت ہاتھوں میں تنظیم اور اداروں کی باگ ڈور ہے، اگر ان کے ذریعہ اس کا قیام عمل میں آیا تو سارے خائن، اباحیت پسند عالم نما جاہل اور سازشی ہی اس میں ڈیرہ ڈالیں گے۔ بہر حال یہ پیغام اگر جماعت کے سمجھ دار لوگوں میں جائے اور اس گئی گزری حالت میں مذکورہ شروط کے حامل علماء کے ذریعے مرجعیتِ علماء کا ادارہ قائم ہو جائے تو بہتر ہو گا۔

اس ادارے کے قائم نہ ہونے کا نقصان دیکھ لیں: بیس سالوں کے اندر **نائکی فتنے**، **اصغری فتنے** اور **نوہیری فتنے** نے مسلک اور جماعت کی چولیں ہلا دیں۔ لالچ، بے شعوری، غفلت اور جہل نے پھوڑوں کو دل سے پالا۔

نائکی فتنے نے سارے ملک میں سیکولر ملّاؤں کی دعوت و تعلیم کے میدان میں ایک کھیپ تیار کر دی جو علماء کی مرجعیت کے کلی منکر ہیں۔ جیسے ذاکر نائیک تھا اور علماء کو گالی دیتا تھا اسی طرح کے یہ بھی ہیں اور سب جزئی خارجیت کی راہ پر چل رہے ہیں، بلکہ اس نے تعلیم مافیا کا ایک گینگ پیدا کر دیا ہے، جو سیکولر تعلیم کو اسلامک، تزکیہ وتصفیہ وغیرہ نام دیتے ہیں اور پبلک کو گمراہ کرتے اور لوٹتے کھاتے ہیں، بعض تو انکارِ حدیث کے جراثیم پالے ہوتے ہیں اور اکثر کے پاس اساسی تعلیمی وسائل بھی نہیں ہیں، صرف طلبہ کے مستقبل سے کھلواڑ کرتے ہیں۔

اصغری فتنے نے تنظیم کے حوالے سے اباحیت کا دروازہ کھول دیا۔ بد قماشوں، نااہلوں اور مجرموں کو تنظیم میں بھر لیا گیا۔

نوہیری فتنے نے جماعت میں ایسی ڈکیتی ڈالی کہ جماعت کے لوگوں کا اربوں روپیہ ضائع ہو گیا اور سارے اسٹیج کے مولوی اس ڈکیتی پر اس کی واہ واہی کرتے رہے۔

ایک **پٹیلی فتنہ** بھی ہے، جو خوش فہمیوں کی آماج گاہ بنا ہوا ہے، خوابوں کے شہزادے پیدا کرتا ہے اور دن میں خواب دیکھتا ہے۔

خاکسار نے بارہا ہیئۃ کبار علماء یا مجلسِ علماء کے قیام کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا اور خاکہ بھی پیش کیا کہ ۶۰ ممبران پر مشتمل یہ مجلس اولاً قائم ہو اور اس کے تین طبقے ہوں۔ اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ اور تینوں کے

۲۰/ ۲۰ ممبران ہوں۔ ادارے کا ایک مدیر (ڈائریکٹر) ہو اور اس کے ساتھ حسب ضرورت، حسبِ لیاقت کارکن ہوں۔ تنظیمی کام اس کی نگرانی، رہنمائی اور احتساب میں انجام پائے۔ صدارت ایک ایک سال کے لیے ہو اور بدلتی رہے۔ لائحۂ عمل، نظام اور ضابطۂ عمل ایک مؤقت کمیٹی طے کرے۔

مرجعیتِ علماء کے ادارے کو ایک مؤقر محترم اور باوزن ادارہ ہونا چاہیے، تاکہ آراء ور ہنمائیاں مختلف فیہ نہ ہوں۔ اس کو غیر جانبدار اور ذمہ دار ہونا چاہیے کسی مال دار سیاسی تنظیم، سازشی اور بغاوت پسند کی ہیکڑی اس پر اثر انداز نہ ہو۔ اباحیت پسندی کا وہاں سایہ نظر نہ آئے، خود رائی اختیار کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ دلیل سے بات ہو، دلیل کو بالا دستی حاصل ہو۔ اکڑ، غرور، من مانی، سر پھرا پن وہاں قریب بھی نہ پھٹکے۔ اجتماعی بصیرت اور اجتماعی اجتہاد کو فروغ دیا جائے۔

مرجعیتِ علماء کے ادارے کے قیام کی شدید ضرورت ہے۔ مجلسِ علماء کی تجویز کو جماعت میں شخصی طور پر بعض جہات نے سبوتاژ کرنے کی کوشش کی۔ کہیں کسی نام پر، کہیں فتاویٰ کمیٹی کے نام پر، ڈرامہ بازیوں سے مرجعیتِ علماء کے حساس ادارے کو زک پہنچانا شدید ہوس پرستی ہے۔ اس کا محل وقوع مرکزی جمعیت ہے۔ کوئی ذاتی ادارہ نہیں۔

سیکولر اسٹیٹ میں مرجعیتِ علماء کی ذمہ داریاں

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سیکولر اسٹیٹ میں مرجعیتِ علماء کا ادارہ اسلامی ہیئۃ حاکمہ کا بدل ہے اور اس کی عدم موجودگی میں ثقہ اور مستند علماء اولو الأمر ہیں۔ اس عظیم دینی پوزیشن کی بحالی، مقام اور فروغ اجتماعی ضرورت ہے اور شرعی وجوب بھی۔ اس ادارے کی عظیم ذمہ داری ہے۔ مسلم فرد اور معاشرے کو اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ اس مرجعیت کا منکرِ تام جزئی خارجی بن جائے گا۔ اسلامی سیاسی ادارے کا منکر کلی خارجی بن جاتا ہے۔ مسلمان کی تکفیر کرنے والا اور اُن کے قتل کا قائل بن جاتا ہے۔

گو مرجعیتِ علماء کو سیکولر اسٹیٹ میں اقتدار حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اسلامی شریعت کی تنفیذ کی طاقت اسے نہیں ملی ہوتی ہے، مگر رضاکارانہ طور پر لوگوں کا اس کے ساتھ جڑ کر امکانی حد تک دین پر عمل پیرائی کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے۔ مرجعیتِ علماء کی اہمیت عظیم تر ہے اور اس کی ذمہ داریاں بھی اہم تر ہیں۔ اصولی ذمہ داریوں پر ایک نگاہ ڈال لیں۔ اس سے تحریکی ہلڑبازی کی حیثیت بھی واضح ہے۔

❁ **نظریہ سازی:** سیکولر اسٹیٹ میں نظریہ سازی انتہائی اہم اور حساس کام ہے۔ سیکولر اسٹیٹ میں ہماری دینی حیثیت کیا ہے؟ ہمارا فریم ورک کیا ہے؟ ہمارے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہمارا تعامل سیکولر حکومت سے کیسے ہو؟ ہم انتظامیہ، عدلیہ، قانون ساز اداروں سے کیسے تال میل کریں؟ لوکل سے لے کر مرکزی حکومت تک میں ہماری شراکت کی کیا شکل ہو گی؟ ہم اپنے حقوق کی کیسے حفاظت کریں؟ اور جائز فوائد کیسے حاصل کریں؟ اپنی شناخت کو کیسے برقرار رکھیں؟ اس راہ میں آئی رکاوٹوں کو کیسے دور کریں؟ سیکولر سیاسی، تعلیمی، سماجی اور معاشرتی سرگرمیوں میں ہماری شراکت داری کیسے ہو؟ اور کیسے اُن کے مفید امور سے مستفید ہوں اور ان کے مضرات سے بچیں؟ یہ سارے اجتہادی امور ہیں۔ اس کو حل کرنے کے لیے اجتماعی اجتہاد کی شدید ضرورت ہے۔

❁ نئے مسائل و مشکلات کا حل نکالنا یا نوازل کو مجتہدانہ بصیرت سے کیسے دیکھیں اور کیسے حل نکالیں۔ خواہ وہ کسی شعبۂ حیات کے ہوں اور ان کا تعلق دین و ملت سے ہو۔ خواہ منفی شکل میں یا

اجتہادی مباح شکل میں۔

- جمعہ وجماعت کا قیام، شعائرِ اسلام کا تحفظ، جمعہ وجماعات کے اداروں کا تحفظ۔
- اوقاف مساجد اور قبرستان کا تحفظ اور اُن کے فروغ وتعمیر کے لیے پالیسی بنانا۔
- دعوتِ دین کا مربوط ومنظم کام، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام مسلسل مضبوطی سے جاری رکھنا۔
- وحدت واجتماعیت قائم کرنا اور اُن کو برقرار رکھنا۔
- اصلاح بین الناس۔
- کمزوروں اور بے سہاروں کو سہارا دینا دلوانا۔
- تعلیم وتربیت کا مناسب بندوبست کرنا اور منظم طریقے پر ادارے چلانا۔
- مسلم تعلیمی، سماجی، فلاحی، دعوتی اور دینی اداروں کی نگرانی کرنا، ان کو فروغ دینا اور منضبط رکھنا اور ان کے قیام کے شرعی ومادی تقاضے پورا کرنے پر قیام کی اجازت دینا اور کوتاہیوں پر محاسبہ کرنا، من مانی کرنے پر ان کے تعطل کا پبلک میں اعلان کرنا۔
- ہر شعبۂ حیات میں غیر دینی رجحانات، افکار اور رویوں کا نوٹس لینا اور اُن کی سرکوبی کرنا۔
- انتشار پسند، فتنہ پرور اشخاص اور اداروں سے نمٹنا۔
- شرپسندوں، ہلڑ بازوں، سرپھروں اور سرکشوں کی خود اور حکومت کے ذریعہ سرکوبی کرنا۔
- دینی شناخت کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔
- فتنوں کا سدباب کرنا۔

یہ اہم ذمہ داریاں مرجعیتِ علماء کے ادارے کی ہیں۔ حالات وظروف اور ضرورت ان کو گھٹا بڑھا سکتی ہے۔

جماعتی مرجعیت

جماعت اہل حدیث کے اندر بے مثال مرجعیت تھی۔ شہیدین کی دعوتی و جہادی کوششوں نے لوگوں کو مربوط کیا۔ علمائے صادق پور، سید والا جاہ صدیق حسن خاں بھوپالی، سید السادات نذیر حسین دہلوی کے ذریعہ اہل حدیث علماء و عوام کے اندر مرجعیتِ علماء اور مرکزیت بھرپور طور پر موجود تھی۔ علمائے اہل حدیث کو اس کا بڑا سچا اور پکا احساس تھا۔ اس لیے ہمارے علماء نے ندوۃ العلماء کو بنایا سنوارا، ہمارے علماء نے جمعیۃ العلماء کے قیام کا فکرہ دیا اور تمام علمائے ہند کا اسے نمائندہ اسٹیج بنایا۔ خود جماعت کو ایک کل ہند جماعتی اسٹیج "جمعیت اہل حدیث" کے نام پر دیا، مگر یہ تلخ حقیقت ہے کہ بعد میں اس مرجعیت کو سیٹھوں، جاگیرداروں اور زمیں داروں نے ہتھیالیا اور علمائے اہل حدیث اُن کے نوکر بن کے رہ گئے۔ سالہا سال تک جماعت کا اجتماعی اسٹیج جمعیت اہل حدیث چند لوگوں کا کھلونا بنا رہا۔ اثریاء اور ان کے ماتحت علماء اس سے کھیلتے رہے۔ جمہوریت کے دور میں بلا کسی دینی امتیاز کے ہر ایرا غیرا نتھو خیرا اس میں بھر گیا، جمعیت، سیکولر دستور، سیکولر سسٹم اور سیکولر لوگوں کے سبب سیکولر تنظیم بن گئی، جس کے سبب اباحیت کا دروازہ کھل گیا، مرجعیتِ علماء کا ادارہ کبھی نہ بن پایا، نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیت مذکورہ ذمہ داریوں کے نبھانے کے بجائے دنیاداروں کو الو سیدھا کرنے اور ہوسِ زر و منصب کو پورا کرنے کا اسٹیج بن گئی۔

آج جدھر دیکھو مرجعیت کا جماعت میں فقدان ہے۔ تنظیم سیکولر بن گئی پھر بھی اس کے لیے مرجعیتِ علماء کی ضرورت ہے۔ تیس سالوں کے اندر کچی تنظیمی قیادتوں سے مسلک و جماعت کے پرخچے اُڑ گئے۔ مسلک کے سارے دینی امتیازات تباہ ہو گئے۔ جس نے جہاں سے چاہا سر نکالا، مساجد کی سوداگری شروع ہو گئی، ادارے ذاتی ملکیت بن گئے، سرپھرے قائد بن گئے، خائن اگوائی کرنے لگے، بے ضمیر اور بد اخلاق ہر جگہ رواں دواں ہو گئے۔ خدمتِ دین و ملت کے نام پر دلالوں کے جھنڈ کے جھنڈ متحرک ہو گئے۔ دلالی و کمیشن خوری مدرسوں، مسجدوں، یتیم خانوں، رفاہی کاموں میں اصل الاصول بن گئی۔ رقیہ شرعیہ کے نام پر ڈکیتی کی دکانیں کھل گئیں، مسلک سے وابستہ تحریکیت سے متاثر سیکولر ملّاؤں اور نیم ملاؤں کا قریہ قریہ شہر شہر میں خارجیت کا ریلا آ گیا۔ تربیت کا پہلے ہی نظم نہ تھا۔ اباحیت ہر طرف مسلط ہو گئی اور اچھے خاصے لوگوں کا رجحان بن گیا کہ سب کچھ صحیح سب لوگ

صحیح۔ ابتر اور ارذل خطابت کے میدان میں اُتر آئے پوری جماعت بے اماں ہوگئی۔ کہیں جائے امان نہیں ہے۔ ان ضلالتوں پر انھوں نے ایسا ایکا کر لیا ہے کہ جیسے ان کے حیا سوز کارنامے اصل دین و ایمان ہیں اور یہی اصل دین وملت کے خدام ہیں۔ مفاد پرست، ذات کے پجاری ہر معاملے میں بدبو پھیلانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ جماعت میں فکری انتشار اور عدمِ تربیت کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر عام وخاص ہر مسئلے پر بولنے اور رائے دینے کے لیے اُتاؤلا ہوتا ہے، چاہے اس مسئلے کی ابجد سے بھی ناواقف ہو۔ عقائد اور اجتہادی مسائل میں ایک سڑک چھاپ بزعم خویش اہل حدیث بھی دھڑلے سے بات کرنے لگتا ہے۔ میرا خیال ہے یہ جاہلانہ نعرہ لگاتا ہے۔

جماعت کے علمائے ثقات کی مرجعیت جیسے سرے سے ہے ہی نہیں۔ مرجعیت کے سلسلے میں جماعت کے لوگ زیرو پوائنٹ پر پہنچنے کے لیے سو سال سے لگے پڑے تھے اور اب اس نقطے پر پہنچ گئے ہیں۔ اس انحطاط پر انھیں پہنچانے میں غیر شرعی لفظ عدم تقلید کی سلبیت، اتباع سنت کے کلی التزام میں ڈھیل پن، سیٹھوں، جاگیرداروں اور زمیں داروں کا اس پر تسلط، مرکزی جمعیت کو کھلونا بنانے کی مضرت، سیکولر دستور، سیکولر تنظیم اور سیکولر مزاج آفس بیرر، اداروں کے مالکوں کی خودسری، مساجد کے ذمہ داروں کی آمریت، رٹا لگانے والے مولویوں، بدکردار دین فروش خطباء، چاپلوس فاسق فاجر مولویوں اور سب سے خطرناک سیکولر ملاؤں کی خارجیت نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اہل حدیث علمائے ثقات کی مرجعیت ان سے تاراج ہوگئی۔

تحریکیت زدہ خود کو اہل حدیث کہلانے والے مولویوں نے جماعت میں داخل ہو کر اس سے وابستگی کا دعویٰ کرکے یا اس میں رہ کر دوہرا رویہ اپنا کر مرجعیتِ علماء کو نقصان پہنچایا ہے اور اب تک ایسے لوگ مسلسل نقصان پہنچا رہے ہیں۔ تحریکیوں کے اندر گمراہی کے عناصر اربعہ تحریکی (اباحیت) خارجیت، رافضیت اور علمانیت موجود ہیں۔ خارجیت بذاتہ ایک اہم ترین عنصر ہے۔ ایسے اچھوت زدہ علماء وعوام سیکولر مسلک کے لوگ اور جماعت سے وابستگی کا دم بھرنے والے مسلک اور جماعت کے لیے زہر ہلاہل ہیں۔ وہ اپنی ساری سرگرمیوں سے صرف مسلک وجماعت کے اندر تخریب کا کام کر سکتے ہیں۔ اس کے سوا وہ چاہیں بھی تو تعمیری کام نہیں کر سکتے۔ ان کی فطرت ہی یہی ہے وہ اپنی بگڑی فطرت کو کیسے درست کر سکتے ہیں؟

سیکولر دعاۃ کی خارجیت

مسلک اور جماعت سے وابستگی کے دعوے دار سیکولر دعاۃ اپنی سوچ، تصرفات اور سرگرمیوں کے نتائج کے اعتبار سے جماعت، مسلک اور امت کے لیے ایک فتنہ ہیں۔ ان کی سوچ خارجی ہے۔ یہ صرف اوہام کے شکار ہیں۔ مرجعیتِ علماء کے انکار کے سبب یہ جزئی خارجی بن جاتے ہیں۔ جزئی خارجیت بھی ضلالت اور گمراہی ہے۔ ایسے خارجیوں پر جو علماء کی پوری جماعت سے بلا استثنیٰ دشمنی اختیار کریں، اُن کو مردود قرار دینا دینی ضرورت اور تقاضا ہے۔ خارجیت کے سوا کوئی دوسرا فتویٰ اُن پر نہیں لگ سکتا ہے اور جو علماء پر تکفیر کا فتویٰ لگائیں، اُن کی کلی خارجیت طے ہو جاتی ہے۔ ایسے خارجی کلی خارجی ہوتے ہیں ایسے لوگ جہنم کے کتے ہیں۔ ساری مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ اُن پر اللہ کی لعنت اُترتی ہے۔ جزئی خارجی بھی گمراہ ہیں اور جہنم کے آدھا کتے ہیں۔ اُن کی آمین رفع یدین کا کوئی اعتبار نہیں، نہ مسلک اہل حدیث سے اُن کا تعلق ہے، بلکہ وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔

مسلک سے انتساب کرنے والے ایسے تمام سیکولر بیک گراؤنڈ کے دعاۃ علماء سے دوری بنا کر خود رائی اور من مانی کر کے اپنی دعوت کو مستند نہیں بنا سکتے۔ علماء کی مرجعیت رد کر کے خود کو باس بنا کر پبلک پر مسلط ہونے والے ایسے تمام لوگ مسلک اور اہلِ مسلک کے لیے تباہ کن ہیں۔ ڈاکٹر ذاکر نائک جیسے لوگ اس کے ہر اول دستہ ہیں، جن کو عالمی شہرت مل چکی ہے۔ فی الواقع وہ ایک خارجی ذہن کا آدمی ہے، اس نے پورے ملک میں مسلک اور مرجعیتِ علماء کو اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ سالہا سال کی کوشش سے اس نقصان کی بھرپائی نہیں ہو سکتی ہے۔ علماء کو گالی دینے والا اور علماء کے جوٹھوں پر جینے والا، رٹا لگانے والا، علمِ دین اور علماء کو تجارت بنانے والا یہ شخص اتنا مغرور، دریدہ دہن اور فریبی تھا کہ دین کا ٹھیکیدار بن گیا اور جماعت کے سارے بھتہ خور مولوی اس کے دامنِ تزویر میں پناہ گزیں تھے، جو خود اہل حدیث کہنے سے سخت انکاری تھا اور سارے بے وقوف اہل حدیث اس رٹا لگانے والے پر فدا تھے۔ اللہ نے جلد اس سے نجات دلایا ورنہ پتا نہیں اپنے معتقدین کو کن گمراہیوں کے کھڈ میں گراتا اور اپنی تجوری بھرنے کے لیے اہل حدیثوں کے جیب کتنا خالی کرواتا۔ علماء کی مرجعیت سے کٹنے

کے بعد اہل حدیث عوام جادوگروں کا شکار ہے۔ کہیں بھی دیکھو فریبوں کے جال میں پھنسنے کے لیے اہل حدیث عوام ہر دم پھڑ پھڑاتی رہتی ہے، خاص کر سیکولر ملاؤں کے یہ دیوانے ہیں۔ معقول بات اور معقول لوگ جیسے اُنھیں بھاتے ہی نہیں پتا نہیں کیا ہوا ہے؟ عوام کے لیے کوئی آپشن بھی تو نہیں، اس لیے کہ مرجعیتِ علماء ہے ہی نہیں۔ مساجد کے بیوپاروں، اداروں کے تاجروں، دین فروش مقرروں سے روز اُن کا پالا ہے۔ معیار بندی ہے ہی نہیں۔ جو بھی مکر کا جال لائے، ناچے گائے، گاڑھا سرمہ لگائے عوام اُن کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ اور سوہان روح ہے۔

اُن کی عجب عجب منطق ہے اور عجب عجب بولی ہے۔ کسی کا پیر پاکستان میں ہے، کسی کا لندن میں اور کسی کا سعودیہ میں۔ یہ عجب عجب تضادات اور نفاق کے شکار ہیں۔ ایک جتھا یہ خیال رکھتا ہے کہ ہندوستان میں عالم ہیں ہی نہیں، اُن کا ایک جتھا کہتا ہے ہم شیخ ابن باز سے بڑے عالم ہیں۔ وہ صرف دین جانتے ہیں، ہم دین اور سائنس دونوں جانتے ہیں۔ کوئی اسرار احمد کا دیوانہ ہے، کوئی گمراہ منکرِ حدیث غامدی کا مرید ہے۔

ایک جتھے کا کام ہے بھگوا بریگیڈ کی طرح مسلک چک کرنا اور نکاح تڑوانا اور لوگوں کو غیر اہل حدیث ڈکلیئر کرنا۔ کسی کو دکان لگا کر پیسہ کمانے اور خیرات جمع کرنے کا دھن ہے اور مودودیت سے متاثر اہل حدیث گھرانے کے تحریکی اہل حدیثوں کو کافر اور استعمار کا ایجنٹ بنانے میں دلچسپی رکھتے ہیں یا مسلک اہل حدیث اور علمائے اہل حدیث میں کیڑے نکالنے کا شوق پالے ہوئے ہیں اور مصیبت یہ ہے کہ اساطین علمائے اہلِ حدیث بھی شہرت اور زر کی لالچ میں ان تمام جتھوں کو سہارا دینے میں دریغ نہیں کرتے۔ ان سیکولر ملاؤں کے عجیب تضادات ہیں۔ ذرا تضادات دیکھیے:

1 علماء ہندوستان میں ہیں ہی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ خود یہ جاہل سیکولر ملا کہاں سے سند لائے ہیں کہ خود مفتی بھی ہیں، داعی بھی ہیں اور علامہ بھی ہیں؟ کیا یہ ہندوستان سے باہر کے ہیں؟ جب یہاں سند یافتہ عالم نہیں ہیں، جامعاتِ سعودیہ سے پی ایچ ڈی کر کے عالم نہیں ہیں پھر یہ ہندوستان میں رہ کر سیکولر تعلیم حاصل کر کے عالم کہاں سے بن گئے!؟ کیا انھوں نے فساد اور فتنہ پھیلانے کے لیے شیطان سے ڈگری لی ہے۔ اگر اصول یہ ہے کہ ہندوستان کی سرزمین میں عالم پیدا نہیں ہو سکتے تو اسی دستور کے مطابق انھیں اجہل الجہلاء

ہونا چاہیے۔ یہ کہاں کا فیصلہ ہے کہ ان کے فارمولے کے مطابق ہندوستان میں عالم نہیں ہو سکتے اور خود ہندوستانی ہو کر علوم دین اور عربی پڑھے بغیر یہ قاضی، مفتی، داعی سب بن بیٹھے ہیں۔ (تضاد نمبر 1)

❷ یہ اہلِ حدیث علماء کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور جیسے حدیث کا درس شروع ہو ایسے بھاگتے ہیں جیسے اذان سن کر شیطان رسوا ہو کر بھاگتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر امام کا درس معتبر نہیں تو امامت معتبر ہے؟ (تضاد نمبر 2)

❸ یہ اگر کسی اہل حدیث عالم کے بارے میں اپنے پاگل پن اور نفاق کے فارمولے کے تحت سونگھ لیں یا خواب دیکھ لیں تو جھٹ اس کی اہل حدیثیت چھین لیتے ہیں، ان کے نزدیک علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی اہل حدیث نہیں ہیں۔ یہ اگر کسی اہل حدیث کے ہاتھ میں کسی تحریکی کی کتاب دیکھ لیں تو اس کی اہل حدیثیت چھین لیتے ہیں، مگر یہ چاہیں تو منکرِ حدیث کی، کافر کی، سیکولر کی نوکری کر لیں۔ کفار کے افکار و نظریات پڑھیں پڑھائیں تو ان کی اہل حدیثیت نہیں چھنتی یہ حماقت ہے، جہالت ہے، پاگل پن ہے یا نفاق ہے۔ (تضاد نمبر 3)

❹ ہندوستان میں علماء نہیں ہیں، سعودی عرب کے علماء لائقِ استفادہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس دونوں ملکوں کے علماء کے متعلق کون سا سروے ہے جس کی بنا پر یہ فیصلہ صادر فرما رہے ہیں۔ ان کے فیصلے کے مطابق یہاں کے دینی ادارے زیرو، دعوتی سرگرمیاں زیرو، تصنیف و تالیف زیرو، خطبے امامت مساجد زیرو اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ شیطانی فرمان کس پیریڈ کے لیے ہے اس وقت کے لیے ہے کہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ ہندوستانی علماء کے متعلق اس عمومیت سے بات کرنے اور رد کرنے کا مطلب کیا ہے؟ ایسے لوگوں کے نزدیک علم دین، علماء سب کھلواڑ ہیں کیا؟ ان فٹیچر اور گنوار لوگوں کے پاس ادنیٰ بھی صلاحیت نہیں ہے کہ ہندوستان کے تیسرے درجے کے علماء کے علم کو ناپ سکیں یا دونوں ملکوں کے علماء کو ناپ سکیں۔ دراصل یہ خارجی ذہنیت ہے۔ خارجیت جب ترنگ میں آتی ہے تو تمام صحابہ کو کافر کہہ ڈالتی ہے۔ یہ ابھی خارجیت میں کچے ہیں ایسے ہی بڑھتے رہے تو دونوں ملکوں کے علماء کو کافر کہہ بیٹھیں گے یا سب کو مسترد کر دیں گے جیسے کہ ایک خارجی جتھا شیخ ابن باز سے خود کو بڑا سمجھتا ہے۔ (تضاد نمبر 4)

❺ ان کے امام الائمہ شیخ ربیع مدخلی نے جامعہ سلفیہ بنارس میں پڑھایا وہ یہاں کے علماء اور اہل حدیثوں کو سعودی علماء اور عوام سے زیادہ اہل حدیث مانتے تھے اور جامعہ سلفیہ کی تعلیم کو جامعہ اسلامیہ

کی تعلیم کے مقابلے میں ترجیح دیتے تھے اور اوہام کے یہ غلام، نفس پرست اپنی نفس پرستی اور اوہام کو علامہ و مفتی بنائے کچھ اور ہی فیصلہ فرماتے ہیں۔ ان جہلاء کے دل و دماغ کو کسی جاہل نے مسموم کر دیا ہے، یہ صرف لایعنی کام اور باتیں کرتے ہیں۔ ان کے مطابق سعودیہ میں پیدا ہوتے ہی لوگ علامہ بن جاتے ہیں اور ہندوستان میں لوگ پڑھ کر جاہل بن جاتے ہیں۔ اس حماقت کا ہے کوئی جواب۔ یہ ہے ان کا(تضاد نمبر5)

❻ یہ سرپھرے ہندوستان میں حکومت الٰہیہ قائم کررہے ہیں کہ اس کا خاکہ سعودی عرب ہی میں مل سکتا ہے یا اسلامی معاشیات کا اسٹیٹ قائم کر رہے ہیں کہ خاکہ سعودی عرب سے چاہتے ہیں، تعلیمی پالیسی بنارہے ہیں کہ خاکہ سعودیہ سے چاہتے ہیں۔ سماجیاتی اعمال وخدمات کی ادائیگی کے لیے ہیئۃ الاغاثہ قائم کررہے ہیں کہ خاکہ سعودیہ سے چاہیے۔ ان کی علمی و عملی اوقات بس اتنی ہے کہ بلوغ المرام کا طالب ان کے لیے کافی ہے ہاں اگر فتنہ جوئی چاہیے تو خارجیوں کے نزدیک شیعوں کے نزدیک چند صحابہ کو چھوڑ کر سب کافر تھے۔ یہ ہے ان کا(تضاد نمبر6)

یہ چیز ناقابل فہم ہے کہ آدمی جس میدان کا نہیں ہے وہ کیوں فتنہ جوئی کرتا ہے۔ اگر مفتی داعی بننا ہے تو اس کے لیے منہجی اور معتبر علم سیکھے۔ سلف کا منہج پکڑے۔ زبان چلانا تو کسی بھٹیارے کو زیادہ آتی ہے۔ بات معقولیت کی ہو، منہجیت کی ہو، مقصدیت کی ہو تو اچھی لگتی ہے۔ نہ مقصدیت، نہ منہجیت زیرو علم اور شیخی پہاڑ برابر! عمل کی پروا نہیں سب سے قطع نظر چند باتیں کسی پاگل نے ان کے ذہن میں بھر دیا اور نفس نے قبول کر لیا۔ فتنے کو بس دہراتے چلے جارہے ہیں۔ یہ ایسے ضدی اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں کہ فتنے کی طرف ہی لپکتے ہیں اور کفریہ بات کو بھی ایسے دھڑلے اور ڈھٹائی سے بولتے ہیں کہ جیسے حق ابھی ابھی تازہ تازہ ان کے پاس اترا ہے۔ ہر دور میں فسادیوں اور فتنہ جو لوگوں کی چٹخارے دار باتیں اسی طرح کی ہوتی ہیں یہ اگر اپنے باطل کے لیے اتنا کلیجہ نہ دکھائیں تو شیطان ان سے خوش کیسے ہو گا اور یہ زندہ کیسے بچیں گے۔

مرجعیت کے ان دشمنوں کی پہچان

ان خارجیوں کے اوصاف اور سیکولر ملّاؤں کی پہچان کیا ہے؟

1 علماء کو گالی دینا اور انھیں رد کرنا۔

2 بلا جانے مفتی بننا اور دین کے ساتھ کھیل کرنا۔

3 فتنہ جوئی اور فساد پھیلانا، بے خبروں، مغفلوں اور کم عقل لوگوں کو بھڑکانا اور غلانا، فتنہ جو، کج فہم اور سیاہ دل لوگ علم کی بات کرتے ہیں، حالاں کہ ان کا نصیب زبردستی دعوے داری، وہم، سوچ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

4 اجتماعیت اور وحدت انھیں راس نہیں آتی، بغاوت ان کی خاص پہچان ہے۔ ان کے بغاوت کی بے شمار قسمیں ہوتی ہیں۔ سیاسی بغاوت، سماجی بغاوت، علم وعلماء کے خلاف بغاوت، اقدار کے خلاف بغاوت، صحیح سوچ، صحیح فکر اور صحیح منہج کے خلاف بغاوت، غرض یہ کہ سرپھراپن اور سطحیت ان کی پہچان ہے۔

5 سرپھراپن (سفهاء الأحلام)، دین بے دینی، علم بے علمی، دلیل بے دلیل کو ایک بنانا اور معقولیت سے دور رہنا۔

6 لونڈاپن (أحداث الأسنان)، اصلاح وسدھار اور عمل سے مطلب نہیں، زندگی میں کھوکھلے اور فیل، فکر وفہم میں نابالغ، کسی بھی احمق کی بات لے کر ایسے اچھلنا جیسے ابھی تازہ وحی اُتری ہے۔

7 اکڑ، خارجیت، غرور، کبر، شیخی، تعنت، ضد، ہٹ دھرمی ان کی خاصیت ہے۔ ان کے چیتھڑے اڑ جائیں، مگر یہ وہی کریں گے جس کی ضد باندھ لی ہے۔ یہ کسی کا گلا کاٹ دیں پھر بھی ان کو ندامت نہ ہوگی۔ یہ سخت دل بھیڑیا بن جاتے ہیں۔ ان کے اندر لاج، لحاظ، مروت، حیا اور شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ خارجی رذالت ودنائت اور خود فریبی میں کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔ طوطا چشمی، ڈھیٹ پن، بے مروتی ان کی پہچان ہے۔ ان کی آنکھ کا پانی اتر چکا ہے۔ یہ مداری، کرتب باز، ڈرامہ باز ہوتے ہیں اور اپنی اکڑ کے لیے ساری رذالتیں کر گزرتے ہیں۔

8 عالم، سمجھ دار اور اچھا ہونے کی خوش فہمی، سارے خارجی خود کو بڑا اچھا، نیک اور حق پرست مانتے اور خود کو بڑا عالم بھی سمجھتے ہیں اور صحیح علم کے بجائے فتنہ جوئی کی طرف لپکتے ہیں۔

9 یہ کم دماغی اور کم عقلی کے شکار رہتے ہیں اور ہمیشہ ون وے ٹریفک کے راہی ہیں۔ اسباب، علمی نتائج، پس منظر، پیش منظر سب سے اندھے ہوتے ہیں، لکیر کے فقیر بس ہانکنا ہے چاہے آلو میں شمار ہو چاہے گاجر میں۔

10 یہ اعذار، اضطرار، جبر واختیار سب سے بے خبر ہوتے ہیں، ان کے پاس ہر حالت یکساں ہوتی ہے۔

11 یہ دلیل کے دشمن ہیں۔ الٹے سیدھے بیانات اور بگڑے ہوئے لوگوں کے دیوانے ہیں جو ان کو شر وفساد سکھلائے اس کے مرید بن جاتے ہیں۔

12 یہ ابلیس کے سپاہی بنے ہوئے ہیں، جس طرح بھگوا دنگائی بریانی میں گائے کا گوشت تلاش کرتے ہیں مقصد خوں ریزی ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح یہ خارجی فسادی اچھائیاں چھوڑ کر دوسروں کے یہاں اپنی وہمی بیماری تلاش کرتے ہیں تا کہ اپنی اذیت پسندی اور ذہنی تشدد کا لوگوں کو نشانہ بنائیں۔

یہ اپنی عاقبت خراب کر چکے ہیں اور گناہ کبیرہ کا بوجھ لادتے ہیں، ضلالت اور توہم پرستی کی دلدل میں دھنسے ہیں، خوش فہمی اور کوتاہ عقلی انھیں ذہنی عذاب خانے سے نکلنے نہیں دیتی، یہ دائرۂ اہل سنت سے خارج ہیں۔ گمراہ فرقوں میں ان کا بھی شمار ہوگا۔

✿ ❁ ✿

جماعت کی ذمہ داری

مسلک و جماعت پے در پے فتنوں سے زار زار ہے۔ مسلک و جماعت کو بھیڑیے دانت نکالے بھبھوڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ تنظیم کا سارا عمل سازشی بن کر رہ گیا ہے۔ وقت کی شدید ضرورت ہے کہ ایک صدی سے جو فریضہ نظر انداز ہے اس کی طرف توجہ کی جائے۔

مرجعیتِ علماء سب سے مضبوط ادارہ ہے، اسے سیکولر ملاؤں نے رفض کرکے اتنی تباہی مچائی ہے کہ بہت بڑی اہل حدیث تعداد ان کے زہر سے مسموم ہو چکی ہے۔ ان کے لیے دین و ملت، مسلک و جماعت ایک کھیل بن چکی ہے۔ دعوت و تربیت کو ان سے زبردست نقصان پہنچا ہے۔ علماء کی مرجعیت سب سے زیادہ تحریکیوں سے پامال ہوئی ہے اور اس کے بعد اہل حدیثوں نے یا اہل حدیث نما فن کاروں سے۔ آج بھی دیوبندی اور بریلوی حضرات نے تمام لڑائی جھگڑوں کے باوجود علماء کی مرجعیت کو برقرار اور سنبھال رکھا ہے، اس تک کسی تاجر، سیٹھ، کسی جادوگر، کسی خارجی کا ہاتھ نہیں پہنچنے دیتے۔ اس لیے نسبتاً ان کے یہاں اجتماعیت ہے، لوگ علماء کی مرجعیت سے ٹوٹے نہیں ہیں۔

ہماری جماعت میں بھیڑیا بھی علماء پر حکم چلاتا ہے اور علماء کے ساتھ بدتہذیبی کا رویہ روا رکھتا ہے۔ مسئلہ صرف علماء کے وقار کی بحالی کا نہیں ہے، مسئلہ تعلیم و تربیت، دعوت، افتاء کے بکھراؤ اور عدمِ انضباط کا ہے، مساجد کو تجارت اور مدارس کو ملکیت بنانے کا ہے اور اہل جماعت کی نگرانی، ترقی، تحفظ اور رہنمائی کا ہے۔ منصب، شہرت اور دولت کے لیے بے تابی اور ہوس کو کنٹرول کرنے کا ہے۔ زوال و ادبار چیک کرنے اور دور کرنے کا ہے۔

جماعت اہل حدیث کے اندر علماء کی مرجعیت کو بحال کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ کرپٹ، مداری، سوداگر اور بھکاری قسم کے علماء کو راہ راست پر لانے اور معتبر و مستند علماء کو قیادت سونپنے اور مرجعیت کے نظم کو لاگو کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ مفتی، خطیب، مدرس، واعظ، قلم کار، حکیم، داعی جو بھی جس کی جو حیثیت ہو اس کو اس میدان میں قیادت ملے اور تعاون، اجتماعیت اور اپنائیت کا ماحول بنایا جائے، ان کی دیکھ بھال، تربیت و احتساب ہو، ان کے لیے باعزت زندگی گزارنے کا انتظام ہو، ان کے لیے حلال روزی فراہم کرنے کا بندوبست ہو۔

ہماری دیگر اہم مطبوعات
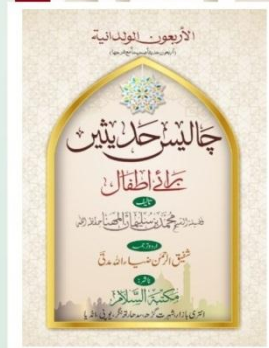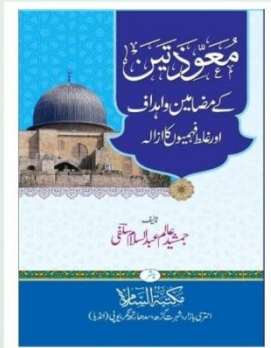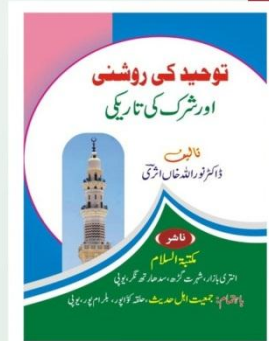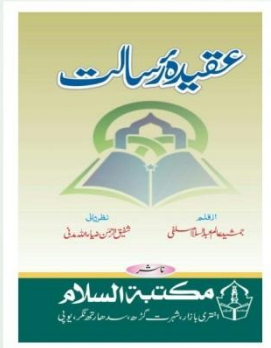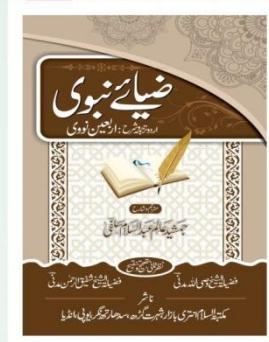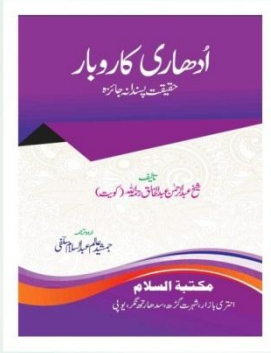
Published By:

MAKTABA AL-SALAM

Antari Bazar, Shohratgarh, Siddharth Nagar, U.P., INDIA-272205

+91-9628953010 / +91-6393225101

maktabsalam2@gmail.com/ mahboobsalafi@gmail.com